ماہنامہ

موازنۂ مذاہب

ISSN: 20491131

ایڈیٹر: محفوظ الرحمان

اگست 2025ء | ظہور 1404 ہجری شمسی | صفر 1447 ہجری قمری | جلد 14 نمبر 08

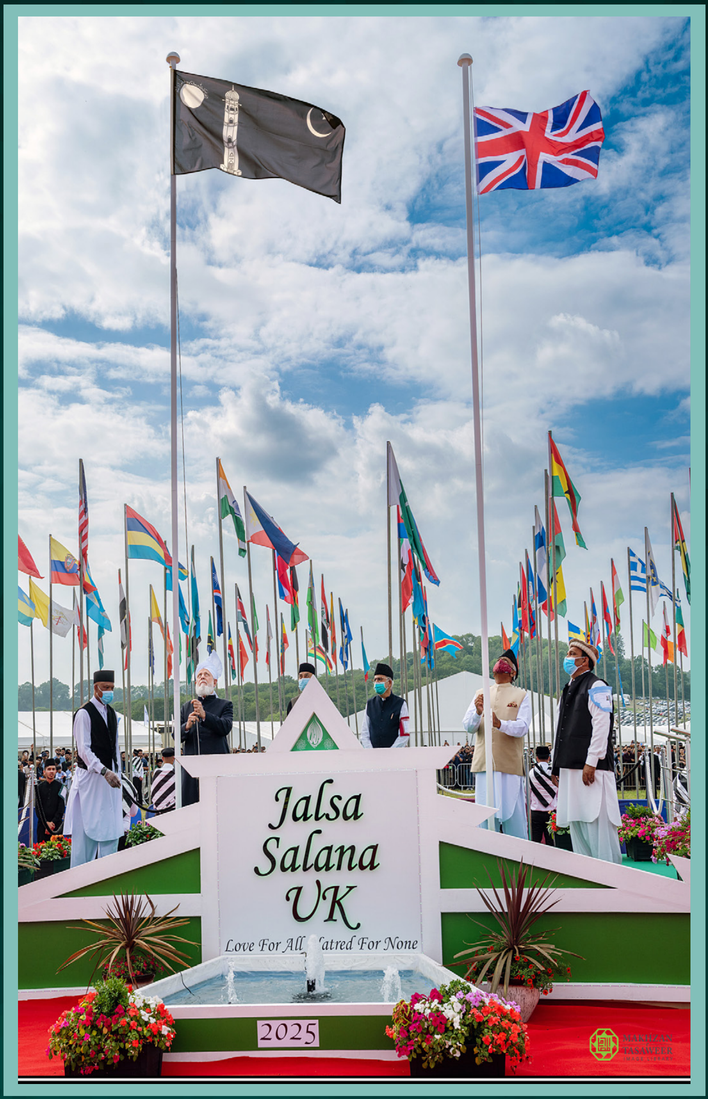

https://www.alislam.org/periodical/muwazna-e-madhahib

ماہنامہ موازنۂ مذاہب

جلد14 شمارہ08 ظہور 1404ھجری شمسی، صفر1447ھجری قمری بمطابق **اگست** 2025ء

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
1	اداریہ؛ اتمام نعمت کا وقت آپہنچا ہے : مدیر کے قلم سے	2
2	پھیر دے میری طرف اے ساریاں جگ کی مہار؛ ادارہ	4
3	ارشاد باری تعالیٰ؛احیائے موتیٰ : وہ کام جو خدا کے برگزیدہ دنیا میں مبعوث ہو کر کرتے ہیں	21
4	ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم: ہر ایک حق کا طالب امام صادق کی تلاش میں لگا رہے	22
5	خالقیت خدائے تعالیٰ: امام الکلام	23
6	اللہ کرے کہ دنیا وقت کے امام کو پہچان لے: امام جماعت احمدیہ عالمگیر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز	25
7	ہستی باری تعالیٰ کی دلیل؛ہزاروں راستبازوں کی گواہی: از افاضات حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ	26
8	سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم؛تعارف کتاب: سُبُلُ الْهُدٰى وَالرَّشَادِ فِي سِيْرَةِ خَيْرِ الْعِبَادِ: ابواشعر	29
9	تعارف کتاب؛براہین احمدیہ حصہ دوم: اے۔ ولیم	48
10	بین الاقوامی رنجشوں کو دور کرنے کے لئے قرآن مجید کی رہنمائی: سید میر محمود احمد ناصر	62
11	انجیل متی کی تفسیر؛(قسط سوم) : ابن مقبول	65
12	کیا یسعیاہ باب 53 میں دکھ اٹھانے والے خادم سے مراد یسوع ناصریؑ ہیں؟: سید میر محمود احمد ناصر	71
13	ردّ دہریت: ایک کتاب؛God: The failed Hypothesis کا تعارف اور تبصرہ: م الف۔ قاہر	74

ٹائٹل کی تصویر کے لئے شکریہ محترم عمیر علیم صاحب انچارج مخزن تصاویر لندن

پبلشرز : Additional Wakalat Tasneef
Unit 3, Bourne Mill Business Park,
Guildford Road, Farnham, GU9 9PS UK
office@tasneef.co.uk

اداریہ:

”اتمام نعمت کا وقت آپہنچا ہے“

مدیر کے قلم سے

اللہ تعالیٰ نے اس آخری زمانہ میں اپنے وعدوں کے عین مطابق امام مہدی اور مسیح موعود کو بھیجا کہ تا قرآن کریم کی وہ پیشگوئی ہر پہلو سے پوری ہو جائے کہ لِیُظۡہِرَہٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّہٖ خدا کا وہ برگزیدہ رسول آیا اور دین اسلام کی فضیلت و برتری کو ثابت کرنے کے لئے ایک ایسا زبردست قلمی جہاد شروع کیا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں ایک سو سے زائد کتب تصنیف فرمائیں اور غلبۂ اسلام کی عظیم الشان بنیاد رکھ دی۔ کہ خلافت کے زیر سایہ احمدیت یعنی حقیقی اسلام روزافزوں ترقی کی طرف ہی قدم بڑھتے چلے جارہے ہیں۔ امسال جلسہ سالانہ برطانیہ کے دوسرے دن کا خطاب انہیں ترقیات اور افضال الٰہی کی ایک مختصر سی جھلک لئے ہوئے تھا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس سال دنیا بھر میں 356 نئی جماعتیں قائم ہوئی ہیں۔1529 نئے مقامات پر احمدیت کا پودا لگا۔ جماعت کو دورانِ سال عطا ہونے والی مساجد کی مجموعی تعداد 134 ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب دنیا کی 78 زبانوں میں قرآن کریم کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ دورانِ سال 374 مختلف کُتب، پمفلٹ اور فولڈرز وغیرہ 48 زبانوں میں 18 لاکھ 51 ہزار کی تعداد میں طبع ہوئے۔ اور کروڑوں کی تعداد میں لوگوں کو اسلام کا پیغام پہنچایا گیا اور اللہ کے فضل سے 2 لاکھ 49 ہزار 408 سعید روحوں کو اسلام احمدیت قبول کرنے کی توفیق ملی۔ اور یہ سب کام خلافت کی رہنمائی اور دعاؤں کے طفیل ہی ممکن ہوا۔ اور وہ دن دور نہیں کہ اب ساری دنیا پر حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کا نام عقیدت اور پیار سے لیا جائے گا اور اسلام کا جھنڈا خلافت کے ہاتھوں ساری دنیا پر لہرانے لگ جائے گا۔ انشاء اللہ

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

> ”یہ بھی وعدہ ہے کہ سارے ادیان کو جمع کیا جاوے گا اور ایک دین کو غالب کیا جاوے گا یہ بھی مسیح موعود کے وقت کی ایک جمع ہے کیونکہ لِیُظۡہِرَہٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّہٖ مفسروں نے مان لیا ہے کہ مسیح موعود ہی کے وقت میں ہو گا۔“ (الحکم جلد 6 نمبر 43 مؤرخہ 30 نومبر 1902ء صفحہ 2)

پھر فرماتے ہیں:

”خدا تعالیٰ نے جو اتمام نعمت کی ہے وہ یہی دین ہے، جس کا نام **اسلام** رکھا ہے۔ پھر نعمت میں **جمعہ** کا دن بھی ہے جس روز اتمام نعمت ہوا۔ یہ اس کی طرف اشارہ تھا کہ پھر اتمامِ **نعمت** جو لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ کی صورت میں ہو گا وہ بھی ایک عظیم الشان **جمعہ** ہو گا۔ وہ **جمعہ** اب آگیا ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے وہ جمعہ مسیح موعود کے ساتھ مخصوص رکھا ہے اس لیے کہ **اتمام نعمت** کی صورتیں دراصل دو ہیں۔ اوّل **تکمیل ہدایت**۔ دوم **تکمیل اشاعت ہدایت**۔ اب تم غور کر کے دیکھو **تکمیل ہدایت** تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کامل طور پر ہو چکی، لیکن اللہ تعالیٰ نے مقدر کیا تھا کہ تکمیل **اشاعت ہدایت** کا زمانہ دوسرا زمانہ ہو جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بروزی رنگ میں ظہور فرماویں اور وہ زمانہ مسیح موعود اور مہدی کا زمانہ ہے۔ یہی وجہ کہ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ اس شان میں فرمایا گیا ہے۔ تمام مفسرین نے بالاتفاق اس امر کو تسلیم کر لیا ہے کہ یہ آیت **مسیح موعود** کے زمانہ سے متعلق ہے۔

درحقیقت اظہار دین اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ کُل مذاہب میدان میں نکل آویں اور اشاعتِ مذہب کے ہر قسم کے مفید ذریعے پیدا ہو جائیں اور وہ زمانہ خدا کے فضل سے آگیا ہے چنانچہ اس وقت پریس کی طاقت سے کتابوں کی اشاعت اور طبع میں جو جو سہولتیں میسر آئی ہیں وہ سب کو معلوم ہیں۔ ڈاکخانوں کے ذریعہ سے کل دنیا میں تبلیغ ہو سکتی ہے۔ اخباروں کے ذریعہ سے تمام دنیا کے حالات پر اطلاع ملتی ہے۔ ریلوں کے ذریعہ سفر آسان کر دیئے گئے ہیں۔ غرض جس قدر آئے دن نئی ایجادیں ہوتی جاتی ہیں اسی قدر **عظمت** کے ساتھ **مسیح موعود** کے زمانہ کی تصدیق ہوتی جاتی ہے اور اظہارِ **دین** کی صورتیں نکلتی آتی ہیں۔ اس لیے یہ وقت وہی وقت ہے جس کی پیشگوئی اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ کہہ کر فرمائی تھی۔

یہ وہی زمانہ ہے جو اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ (المائدۃ:4) کی شان کو بلند کرنے والا اور **تکمیل اشاعتِ ہدایت** کی صورت میں دوبارہ **اتمام نعمت** کا زمانہ ہے اور پھر یہ وہی وقت اور جمعہ ہے جس میں وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ کی پیشگوئی پوری ہوتی ہے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور بروزی رنگ میں ہوا ہے اور ایک جماعت صحابہ کی پھر قائم ہوئی ہے۔ **اتمام نعمت** کا وقت آپہنچا ہے۔ لیکن تھوڑے ہیں جو اس سے آگاہ ہیں اور بہت ہیں جو ہنسی کرتے اور ٹھٹھوں میں اڑاتے ہیں، مگر وہ **وقت قریب ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے وعدہ کے موافق تجلی فرمائے گا اور اپنے زور آور حملوں سے دکھادے گا کہ اس کا نذیر سچا ہے۔**“ (الحکم جلد 6 نمبر 18 مؤرخہ 17 مئی 1902ء صفحہ 5،6)

پھیر دے میری طرف اے سارباں جگ کی مہار

خلاصہ خطابات سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ جلسہ سالانہ برطانیہ2025ء بمقام حدیقۃ المہدی، آلٹن، ہمپشائر، یوکے۔(بشکریہ روزنامہ الفضل انٹرنیشنل)

”اگر تم اسلام کی حمایت اور خدمت کرنا چاہتے ہو تو پہلے خود تقویٰ اور طہارت اختیار کرو“

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا 59ویں جلسہ سالانہ برطانیہ سے **بصیرت افروز افتتاحی خطاب** کا خلاصہ

حضورِ انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج کل دنیا کے جو حالات ہیں اس نے ہر ایک کو فکر میں ڈالا ہوا ہے۔ فکر کا اظہار تو سب کرتے ہیں مگر اس کے حل کی طرف کسی کی بھی توجہ نہیں۔ **دنیا کی اکثریت بھول گئی ہے کہ دنیا کا ایک مالک ہے جو ربّ العالمین ہے۔ وہ خدا ہے جس نے انسان کو تمام اچھی صفات کے ساتھ پیدا کیا ہے مگر انسان ان صفات سے فائدہ اٹھانا نہیں چاہتا، نیکی کی بجائے برائی کی طرف زیادہ رجحان ہے۔ اپنے پیدا کرنے والے خدا کی بجائے شیطان کے حربوں کی طرف زیادہ جھکاؤ ہے۔ اس میں مذہب کو ماننے والے اور خدا کے منکر سب شامل ہیں۔** افسوس اس بات کا ہے کہ خدا کو ماننے کا دعویٰ کرنے والے بھی دنیا کے دھندوں، ذاتی خواہشات اور اناؤں میں ڈوب کر خدا کا اپنے عمل سے انکار کر رہے ہیں۔ گو منہ سے تو یہی کہتے ہیں کہ ہم خدا کو مانتے ہیں مگر ان کے عمل کچھ اور ہی ظاہر کرتے ہیں۔

مسلمانوں کی اکثریت بھی حقوق اللہ اور حقوق العباد کو بھلا بیٹھی ہے۔ سربراہانِ مملکت بھی خدا کو فراموش کر بیٹھے ہیں، اسی لیے انہیں اپنی حکومتیں قائم رکھنے کے لیے خدا کی بجائے غیروں کی طاقت کا سہارا لینا پڑ رہا ہے۔ خدا کو بھول کر اپنی عزت اور وقار اور طاقت سب گنوا بیٹھے ہیں۔

یہ بھول گئے ہیں کہ خدا نے مسلمانوں سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اُن کی اصلاح کے لیے اپنے خاص تائید یافتہ اور علم سے پُر بندے بھیجتا رہے گا، وہ اگر اُن کی پیروی کریں گے تو ان کی دنیا و آخرت دونوں سنور جائیں گے۔ **اللہ تعالیٰ نے آخری زمانے میں تو ایک خاص فرستادے کو بھیجنے کا وعدہ فرمایا تھا جو مسیح و مہدی کے نام سے آئے گا۔** بدقسمتی سے مسلمانوں کی اکثریت اس کے بالکل الٹ کر رہی ہے۔

ان حالات میں ہم احمدیوں کی ذمہ داری ہے کہ اس بات کو سمجھیں اور حضرت مسیح موعودؑ کو ماننے کا حق ادا کرنے کی کوشش کریں۔ **آپؑ کو مانا ہے تو آپؑ کی باتیں سنیں، اُن پر غور کریں اور ان پر عمل کر کے اپنی دنیا و آخرت سنواریں، اپنی اولادوں کی بھی حفاظت کریں اور دنیا کو بھی صراطِ مستقیم پر لانے کے لیے خود کوشش کریں۔** اگر ہم نے اس طرف توجہ نہ کی تو ہم بھی نام نہاد مسلمانوں کی طرح ہو جائیں گے۔ **آپؑ ہمیں تقویٰ کے اعلیٰ معیار قائم کرنے والا بنانا چاہتے ہیں۔**

آپؑ نے ایک مرتبہ یہ مصرعہ بنایا کہ

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے

تو اللہ تعالیٰ نے الہاماً آپؑ کو دوسرا مصرعہ یہ عطا فرمایا کہ

اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

پس حقیقی احمدی بننے کے لیے ضروری ہے کہ ہم تقویٰ پر چلنے اور خدا تعالیٰ کے حقیقی عبد بننے کی کوشش کریں۔ اسی مقصد کے حصول کے لیے آپ سب جلسے پر آئے ہیں۔ پس اس کے لیے اپنے اندر عاجزی پیدا کرنے، ہر قسم کے تکبر سے بچنے، ریاء سے پرہیز کرنے، سچائی پر قائم رہنے، صبر اور استقامت پر مضبوطی سے قائم ہونے کی ضرورت ہے۔

حضورؑ نے ایک جگہ فرمایا کہ اپنی جماعت کی خیر خواہی کے لیے زیادہ ضروری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ تقویٰ کی بابت نصیحت کی جاوے، کیونکہ یہ بات عقل مند کے نزدیک ظاہر ہے کہ بجز تقویٰ کے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوتا۔

ایک جگہ آپؑ نے فرمایا: **ہماری جماعت کے لیے خاص کر تقویٰ کی ضرورت ہے** خصوصاً اس خیال سے بھی کہ وہ

ایک ایسے شخص سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کے سلسلہ بیعت میں ہیں جس کا دعویٰ ماموریت کا ہے، تا وہ لوگ جو خواہ کسی قسم کے بغضوں، کینوں یا شرکوں میں مبتلا تھے یا کیسے رو بہ دنیا تھے ان تمام آفات سے نجات پاویں۔ پس چاہیئے کہ ہم چھوٹی چھوٹی برائیوں سے بھی بچنے کی کوشش کریں کیونکہ بجز اس کے کوئی دوسرا راستہ نہیں جسے اختیار کر کے ہم بچ سکیں۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ۔(المومنون: 2)یقیناً وہ جو مومن ہیں فلاح پا گئے، ایسے ہی متقی کی زندگی کا نقشہ کھینچ کر آخر میں فرمایا اور تقویٰ پر چلنے والے ہی فلاح پانے والے ہیں۔ پس **ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر ہم نے اپنی مراد کو پانا ہے، کامیابی حاصل کرنی ہے تو ہمیں مومن بننا پڑے گا اور مومن بننے کے لیے تقویٰ اختیار کرنا ضروری ہے۔**

پس اگر ہم کامیابی چاہتے ہیں تو ہمیں حضرت مسیح موعودؑ کی نصائح پر عمل کرنا ہوگا۔ ہمیں قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کرنا ہوگا۔ ہمیں آنحضرت ﷺ کے اسوہ پر چلنے اور آپؐ کی حقیقی تعلیم پر عمل کرنے کی کوشش کرنی ہوگی۔ جب یہ ہوگا تو ہم اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتے چلے جائیں گے۔

مومن کی ایک نشانی یہ ہے کہ وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ وہ خدا کے دیے ہوئے میں سے دیتے ہیں۔ نمازوں کی طرف ان کی توجہ ہوتی ہے، عبادت کی طرف توجہ ہوتی ہے، یہی حقیقی مومن کی نشانی ہے۔

آپؑ نے فرمایا کہ ہماری جماعت کے افراد کو چاہیئے کہ سب غموں سے بڑھ کر یہ غم اپنے اوپر لگا لیں کہ ہم میں تقویٰ ہے کہ نہیں۔ اہل تقویٰ کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ اپنی زندگی غربت اور مسکینی میں بسر کریں۔

فرمایا بڑے بڑے عارف اور صدیقوں کے لیے آخری اور کڑی منزل غضب سے بچنا ہی ہے، عجب و پندار غضب سے پیدا ہوتا ہے۔

ایک جگہ آپؑ نے فرمایا کہ اگر تم اپنے اندر عقل پیدا کرنا چاہتے ہو، ذہانت پیدا کرنا چاہتے ہو، تو پھر تقویٰ سے کام لو۔ خدا کے واسطے عقل سے کام لو، اور اس کے واسطے جودت اور ذہانت پیدا کرو۔ راست باز اور متقی بنو، پاک عقل آسمان سے آتی ہے اور اپنے ہمراہ ایک نور لاتی ہے وہ جوہر ایک قابل کی تلاش میں رہتی ہے۔

آپؑ فرماتے ہیں کہ اس زمانے میں خدا تعالیٰ نے بڑا فضل فرمایا ہے اور اپنے دین اور حضرت نبی کریم ﷺ کی تائید میں غیرت کھا کر ایک انسان کو جو تم میں بول رہا ہے بھیجا ہے تا کہ اس روشنی کی طرف لوگوں کو بلائے اگر زمانے میں ایسے فساد

اور فتنہ نہ ہوتا...اب تم دیکھتے ہو کہ ہر طرف یمین ویسار سے اسلام ہی کو معدوم کرنے کی فکر میں ساری قومیں لگی ہوئی ہیں۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ آج بھی دیکھ لیں کہ (اسلام کو) ختم کرنے کے لیے مختلف طریقے اپنائے جا رہے ہیں۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم جغرافیائی جنگیں لڑ رہے ہیں۔ ٹھیک ہے سیاسی اور جغرافیائی جنگیں لڑی جا رہی ہیں، مگر آج بھی بہت سے لوگوں کے دلوں میں اندر ہی اندر اسلام کے خلاف کینہ اور بغض ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ آج تو فلسطین پر حملہ ہے مگر مَیں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ باقی مسلمان ملک بھی متاثر ہوں گے۔

پس اب بھی وقت ہے کہ مسلمان عقل سے کام لیں اور اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے جو فرستادہ بھیجا ہے اس کو ماننے والے بنیں اور ایک ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور اس کے احکامات پر چلتے ہوئے گڑگڑائیں اور روئیں اور اُس کی مدد مانگیں اور عملی طور پر بھی جو اللہ تعالیٰ کے احکامات ہیں ان پر عمل کر کے اپنی ساخت کو برقرار رکھنے کی کوشش کریں تو پھر دیکھیں کہ کیا انقلاب پیدا ہوتا ہے۔ اگر یہ نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں۔

اسلام کو صدمہ پہنچانے کی ہر طرف سے کوشش ہے، دہریوں کی طرف سے بھی ہے، لامذہبوں کی طرف سے بھی ہے غیر مذاہب کی طرف سے بھی ہے، اس کو بچانے کے لیے آج احمدی کا کام ہے کہ وہ کھڑا ہو اور اپنے ایمان میں ترقی کرنے کی کوشش کرے، اپنے تقویٰ کے معیار بلند کرنے کی کوشش کرے، اگر یہ نہیں تو پھر دشمن تو ہر طرف سے حملہ کرنے کے لیے تُلا بیٹھا ہے۔

حضورؑ فرماتے ہیں: **اگر تم اسلام کی حمایت اور خدمت کرنا چاہتے ہو تو پہلے خود تقویٰ اور طہارت اختیار کرو۔**

فرمایا: اگر تم نے حقیقی سپاس گزاری یعنی طہارت اور تقویٰ اختیار کرلی تو مَیں تمہیں بشارت دیتا ہوں کہ تم سرحد پر کھڑے ہو، کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا۔ فرمایا: مَیں اپنی جماعت کو مخاطب کر کے کہتا ہوں کہ ضرورت ہے اعمالِ صالحہ کی، خدا تعالیٰ کے حضور اگر کوئی چیز جاسکتی ہے تو وہ اعمالِ صالحہ ہیں۔

ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ ہم نے خدائے واحد کی حکومت کو دنیا میں قائم کرنا ہے۔ اس کے لیے ہم نے بھرپور کوشش کرنی ہے اور دنیا کو آنحضرت ﷺ کے جھنڈے تلے لے کر آنا ہے۔ اگر یہ ہم کریں گے تو یہی ہماری کامیابی اور ہمارا مقصد ہے۔

حضورؑ فرماتے ہیں کہ لوگ میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر یہ تو کہہ جاتے ہیں کہ دین کو دنیا پر ترجیح دوں گا لیکن یہاں

سے جا کر بھول جاتے ہیں کہ وہ کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ پس **اصل بات یہی ہے کہ صرف عہد کافی نہیں...بلکہ اس کے لیے عمل ضروری ہے۔ تقویٰ ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا کرنا ضروری ہے۔**

حقوق العباد کے متعلق آپؑ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کسی کی پرواہ نہیں کرتا مگر صالح بندوں کی، آپس میں محبت اور اخوت کو پیدا کرو اور درندگی اور اختلاف کو چھوڑ دو۔ ہر ایک قسم کے تمسخر سے مطلقاً کنارہ کش ہو جاؤ کیونکہ تمسخر انسان کے دل کو صداقت سے دُور کر کے کہیں سے کہیں پہنچا دیتا ہے۔

آپؑ نے اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا **اپنی زندگی میں ایسی تبدیلی پیدا کر لو کہ معلوم ہو کہ گویا نئی زندگی ہے۔ استغفار کی کثرت کرو، جن لوگوں کو بوجہ کثرتِ اشغال دنیا کم فرصتی ہے انہیں سب سے زیادہ ڈرنا چاہیئے۔**

حضورؑ نے فرمایا اگر تم اللہ تعالیٰ کے حضور میں صادق ٹھہرو گے تو کسی کی مخالفت تمہیں تکلیف نہ دے گی۔ ہاں! یہ شرط ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں تم صادق ٹھہرو سچے بن جاؤ۔ اگر تم اپنی حالتوں کو درست نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے فرمانبرداری کا سچا عہد نہ باندھو تو پھر اللہ تعالیٰ کو کسی کی پرواہ نہیں۔ ہزاروں بھیڑیں اور بکریاں روز ذبح ہوتی ہیں اور اُن پر کوئی رحم نہیں کرتا اور اگر ایک آدمی مارا جائے تو کتنی بازپرس ہوتی ہے کیونکہ انسان کی زندگی کی قیمت ہے۔

فرمایا تم خدا کے عزیزوں میں شامل ہو جاؤ تا کہ کسی وبا یا آفت کو تم پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہ ہو سکے۔ ہر ایک آپس کے جھگڑے اور جوش اور عداوت کو درمیان سے اٹھا دو کہ اب وہ وقت ہے کہ تم ادنیٰ باتوں سے اعراض کر کے اہم اور عظیم الشان کاموں میں مصروف ہو جاؤ۔ لوگ تمہاری مخالفت کریں گے مگر تم انہیں نرمی سے سمجھاؤ اور جوش کو ہرگز کام میں نہ لاؤ۔ یہ میری وصیت ہے۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ پس یہ باتیں ہیں اگر ہم انہیں یاد رکھیں گے تو ہم اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے وارث بنتے چلے جائیں گے۔

خدا تعالیٰ کرے کہ ہم حضرت مسیح موعودؑ کی نصائح پر عمل کرتے ہوئے ان باتوں کو اختیار کرنے والے ہوں اور جلد ہم وہ نظارہ دیکھیں کہ جب اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے جماعت احمدیہ آنحضرت ﷺ کے جھنڈے کو تمام دنیا کے کونوں میں گاڑنے والی ہو، پہنچانے والی ہو اور خدائے واحد کی حکومت کو دنیا میں قائم کرنے والی ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(بشکریہ خصوصی اشاعت روزنامہ الفضل انٹرنیشنل جلد 32، مؤرخہ 25 جولائی 2025ء)

معاشرے کے لئے ایک مفید وجود بن جائیں

امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے **مستورات کے اجلاس سے بصیرت افروز خطاب کا خلاصہ**

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

- **جلسہ سالانہ کا مقصد یہ ہے کہ آپ اپنی علمی، روحانی اور عملی ترقی میں اپنا کردار بڑھانے والی بنیں۔**
- اگر لڑکیاں اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں تو جس فیلڈ میں بھی ہوں، جس شعبے میں بھی ہوں، یا گھرداری کرنے والی خاتون ہوں، جماعت کے لیے ایک مفید وجود بن سکتی ہیں۔
- اسلامی تعلیم کے ذریعے وہ راستے تلاش کر کے اُن پر عمل کرنا ہے، جو ہماری نسلوں کو بھی محفوظ کرنے والے ہوں اور ہماری جماعت کی ترقی میں ایک اہم کردار ادا کرنے والے ہوں۔
- اللہ تعالیٰ نے عورت کو بڑا مقام دیا ہے۔
- حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: یہ مت سمجھو کہ عورتیں ایسی چیزیں ہیں کہ اِن کو بہت ذلیل اور حقیر قرار دیا جاوے، نہیں! نہیں! ہمارے ہادیٔ کامل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جس کا اپنے اہل کے ساتھ عمدہ سلوک ہو۔
- دوسروں کے ساتھ وہ نیکی اور بھلائی تب کر سکتا ہے جب وہ اپنی بیوی کے ساتھ عمدہ سلوک کرتا ہو اور عمدہ معاشرت رکھتا ہو نہ یہ کہ ہر ادنیٰ بات پر زدو کوب کرے۔
- انسان کو یہ چاہیئے کہ عورت کے دل میں یہ بات جما دے کہ وہ کوئی ایسا کام جو دین کے خلاف ہو کبھی پسند نہیں کر سکتا اور ساتھ ہی وہ ایسا جابر اور ستم شعار نہیں کہ اُس کی کسی غلطی پر چشم پوشی نہ کر سکے۔
- اللہ تعالیٰ نے تو یہ فرمایا ہے کہ عورتوں سے نیک سلوک کرو۔ اور اِس بات کی وضاحت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِس طرح فرمائی کہ اگر تم گھر میں نیک سلوک نہیں کر رہے تو باہر تم نے کیا نیکی کرنی ہے؟ تمہاری یہ نیکیاں کسی کام کی نہیں ہیں۔

- اگر مرد دین پر قائم نہیں تو پھر عورت کی اصلاح کس طرح کر سکتے ہیں اور کس طرح اُسے کہہ سکتے ہیں کہ اپنی اصلاح کرو۔
- اللہ تعالیٰ نے عورت کو جو تنبیہ کے لیے کہا ہے تو اِس کا مطلب یہ نہیں کہ جس طرح بعض مرد سمجھتے ہیں کہ اُنہیں مارنے کی اجازت مل گئی ہے۔
- عورتیں اِس بات پر بڑی نالاں ہوتی ہیں، ناراض ہوتی ہیں کہ مردوں کو مارنے کی اجازت ہے۔ یہ تو ایک انتہائی قدم ہے اور اِس کی بعض شرائط ہیں۔ پس اللہ نے تو یہ بات کہہ کر یہاں عورت کا حق محفوظ کیا ہے کہ اُن سے معروف طریقے سے معاشرت کرو۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تو اپنے ایک رفیق کے اپنی بیوی سے ناروا سلوک کی وجہ سے الہام بھی ہوا تھا کہ یہ طریق اچھا نہیں ہے، اِسے روک دیا جائے۔ پس اِس الہام میں تمام جماعت کے لیے تعلیم ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ اس الہام میں تمام جماعت کے لیے تعلیم ہے کہ اپنی بیویوں سے رفق اور نرمی کے ساتھ پیش آویں، وہ اِن کی کنیزیں نہیں ہیں، درحقیقت نکاح مرد اور عورت کا باہم ایک معاہدہ ہے۔ پس کوشش کرو کہ اپنے معاہدہ میں دغاباز نہ ٹھہرو۔
- آجکل کے معاشرے میں اسلام پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ اسلام نعوذ باللہ عورتوں کے حقوق غصب کرتا ہے، لیکن اسلام تو ہر جگہ عورتوں کو حقوق دینے کی کوشش کرتا ہے۔
- عورتوں کو بھی چاہیئے کہ صبر اور حوصلے اور دعا سے اپنے گھروں میں زندگیاں گزاریں، اپنے بچوں کی نگہداشت کریں اور دین پر قائم رہنے کی کوشش کریں۔
- اسلام کے خلاف آجکل یہ پروپیگنڈا ہے اور اِس بات کو بہت اُچھالا جاتا ہے کہ اسلام میں عورتوں کے حقوق نہیں۔ یہ دجّالی چالیں ہیں، اِن سے بچ کر رہنا چاہیئے۔
- حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ عورتوں کے حقوق کی جیسی حفاظت اسلام نے کی ہے، ویسی کسی دوسرے مذہب نے قطعاً نہیں کی، مختصر الفاظ میں فرمادیا ہے وَ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ۔(البقرہ: 229) کہ جیسے مردوں کے عورتوں پر حقوق ہیں، ویسے ہی عورتوں کے مردوں پر حق ہیں۔
- فرماتے ہیں کہ چاہیئے کہ بیویوں سے خاوند کا ایسا تعلق ہو، جیسے دو سچے اور حقیقی دوستوں کا ہوتا ہے۔
- عورتوں کو اِس بات کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر مردوں کی طرف سے کوئی زیادتی ہوتی ہے، تو یہ اسلام کی تعلیم کے مطابق عمل نہیں ہے، بلکہ اسلام کی تعلیم کے خلاف عمل ہے اور اُن کے حقوق غصب کیے جارہے ہیں۔ اِس لیے

اُنہیں بھی، بجائے اعتراض کرنے کے یا لوگوں کی باتوں میں آنے کے، غیروں کی باتوں میں آنے کے، اسلام مخالف لوگوں کی باتوں میں آنے کے، نظام کو اپنی بات پہنچانی چاہیئے۔

- عورتوں کے دلوں میں یہ احساس پیدا کیا جاتا ہے یا آجکل کے ترقی یافتہ نام نہاد معاشرے میں احساس پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ اسلام کی تعلیم میں تمہارے جذبات کی کوئی قدر نہیں ہے، تمہیں تو گھر کے اندر بند کر کے رکھا ہوا ہے اور مرد کو کھلی چھٹی ہے کہ وہ جو چاہے کرے۔ بعض لڑکیاں اِس قسم کے سوال بھی کر لیتی ہیں اور دوسرے پھر اِس کو سُن کے exploit بھی کرتے ہیں، پھر جو مذہب اور اسلام کے خلاف لوگ ہیں، یہ اِس سے فائدہ اُٹھانے کی بھی کوشش کرتے ہیں۔
- حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ مرد پر عورت کے اتنے حقوق ہیں کہ اگر مرد کو پتا لگے کہ حقوق نہ ادا کر کے کتنا گناہ ہے، تو آپؑ نے فرمایا کہ اگر انسان کو پورے طور پر معلوم ہو کہ یہ حقوق اِس قسم کے ہیں تو بجائے بیاہ کے وہ ہمیشہ رنڈوا رہنا یا غیر شادی شدہ رہنا پسند کرے۔
- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں کے تمہارے اوپر حق ہیں، اُن کے حقوق ادا کرو۔ آپؐ نے فرمایا کہ جو خود کھاؤ، اُنہیں بھی کھلاؤ، جو خود پہنو، اُنہیں بھی پہناؤ، کبھی چہرے پر نہ مارو، بُرا بھلا نہ کہو، کبھی بلا وجہ ڈانٹ ڈپٹ نہ کرتے رہو۔ یہ باتیں آپؐ نے بڑی وضاحت سے فرمائی ہیں۔
- ایسی عورتیں اسلام میں پیدا ہوئیں، جنہوں نے وہ معیار قائم کیے، جو نیکیوں کے اعلیٰ معیار تھے۔ وہ اِس بات پر ناراض نہیں ہوتی تھیں کہ مردوں کے حقوق زیادہ ہیں اور ہمارے حقوق کم ہیں۔ ہاں! کہیں اگر اُن کو حقوق کا شکوہ تھا یا مردوں کے عمل کا شکوہ تھا، تو اِس بات پر کہ وہ بعض دفعہ زیادہ نیکیاں کر جاتے ہیں اور اُن کو ثواب مل سکتا ہے، جو ہمیں نہیں ملتا۔
- اِس بارے میں ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک خاتون اسماء بنتِ یزید انصاریہ رضی اللہ عنہا تھیں، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، آپؐ صحابہؓ کے درمیان تشریف فرما تھے۔ اُنہوں نے مردوں کے نیکیوں میں سبقت لے جانے کے تناظر میں عرض کیا تو تمام بات سماعت فرمانے کے بعد حضور ﷺ نے اپنا رُخ اور چہرۂ مبارک صحابہؓ کی طرف پھیرا اور فرمایا کہ کیا تم نے دین کے معاملے میں اپنے مسئلے کو اِس عمدگی سے بیان کرنے میں اِس عورت سے بہتر کسی کی بات سنی ہے؟ آپؐ نے اُس کی اِس سوال پر بڑی تعریف کی۔ تو صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! ہمیں یہ ہر گز خیال نہ تھا کہ ایک عورت ایسی گہری سوچ رکھتی ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اِس خاتون کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے کہ

اَے عورت! واپس جاؤ اور دوسری تمام عورتوں کو بتا دو، کسی عورت کے لیے اچھی بیوی بننا، بچوں کی تربیت کرنا، خاوند کی رضا جُوئی اور اُس کے موافق چلنا، مردوں کی اُن تمام نیکیوں کے برابر ہے، جو وہ کرتے ہیں۔ وہ عورت واپس گئی اور وہ خوشی سے لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کے الفاظ بلند کر رہی تھی۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ جو گھر میں رہنے والے ہو، وہ بھی یہ نہ سمجھو کہ ہم گھر میں رہنے کے بعد بند ہو گئی ہیں۔ ہاں! اگر مجبوری ہے، تمہیں گھر میں رہنا پڑتا ہے، تو تمہیں اتنا ہی ثواب مل رہا ہے جتنا مردوں کو جہاد کا یا دوسری لازمی عبادات کا۔ **یہ وہ مقام ہے جو اسلام عورت کو دیتا ہے اور کسی قسم کی اِس میں پابندی نہیں ہے۔**

- آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآنِ شریف کے حکم کے مطابق جہاں پردے کا حکم ہے، غضِّ بصر کا حکم ہے، وہاں مردوں کو بھی اور عورتوں کو بھی یہی حکم ہے۔
- حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اِس بارے میں فرماتے ہیں کہ مومن کو نہیں چاہیئے کہ دریدہ دہن بنے یا بے محابا اپنی آنکھ کو ہر طرف اُٹھائے پھرے، بلکہ یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِهِمۡ پر عمل کر کے نظر کو نیچی رکھنا چاہیئے اور بد نظری کے اسباب سے بچنا چاہیئے۔ تو یہ مردوں کو بھی حکم ہے کہ وہ عورتوں کو نہ دیکھیں تو اِس لحاظ سے اُن کا بھی ایک پردہ ہے اور عورتوں کو بھی حکم ہے اور وہ یہی ہے کہ عورتیں نظریں اِدھر اُدھر نہ پھیریں۔
- آپؑ فرماتے ہیں کہ آج کل پردہ پر حملے کیے جاتے ہیں، لیکن یہ لوگ نہیں جانتے کہ اسلامی پردہ سے مراد زندان نہیں، ایک قسم کی روک ہے کہ غیر مرد اور عورت ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکیں۔ جب پردہ ہو گا ٹھوکر سے بچیں گے۔ ایک منصف مزاج کہہ سکتا ہے کہ ایسے لوگوں میں جہاں غیر مرد و عورت اکٹھے بلا تأمل اور بے محابہ مل سکیں، سیریں کریں، جذبات نفس سے اضطراراً ٹھوکر کیونکر نہ کھائیں گے۔ بسا اوقات سننے اور دیکھنے میں آیا ہے کہ ایسی قومیں غیر مرد اور عورت کے ایک مکان میں تنہا رہنے کو حالانکہ دروازہ بھی بند ہو کوئی عیب نہیں سمجھتیں، یہ گویا تہذیب ہے، اِنہی بد نتائج کو روکنے کے لیے شارع اسلام نے وہ باتیں کرنے کی اجازت ہی نہ دی جو کسی کی ٹھوکر کا باعث ہوں۔ آپؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ایسی باتیں ہونی ہی نہیں چاہئیں۔ کیونکہ **اسلام کی تعلیم یہی ہے کہ جہاں غیر محرم مرد و عورت جمع ہوں، تیسرا اُن میں شیطان ہوتا ہے۔** آپؑ نے فرمایا کہ اِن نتائج پر غور کرو۔

- حضور انور نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ایسے حقوق قائم فرما دیے ہیں، تو یہ بہت بڑا انعام ہے، جو اُس نے اسلامی تعلیم میں عورتوں کو دیا ہے۔ اِس لیے عورتوں کا کام ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور اِن کے ذمے جو اللہ تعالیٰ نے کام لگایا ہے یعنی نئی نسل کی اصلاح کرنا، اُن کو اِس مقام پر لے کر آئیں، جہاں وہ دین کا بھی اور جماعت کا بھی ایک مفید وجود بن سکیں، اپنے ملک کا بھی مفید حصّہ بن سکیں۔ جب یہ ہو گا تو پھر ہی ایک ایسا عظیم معاشرہ قائم ہو گا جہاں صرف خدا تعالیٰ کی بندگی کا حق ادا کرنے والے لوگ ہوں گے اور دنیا میں بھی جنّت کے نظارے دیکھنے والے ہوں گے اور اگلے جہان میں بھی جنّت کے نظارے دیکھنے والے ہوں گے۔
- **عورتوں کو چاہیئے کہ اپنی اصلاح کی طرف توجہ پیدا کریں اور اِس بات کو ہمیشہ سامنے رکھیں کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی ہے۔**
- اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کے لیے اپنی ناجائز خواہشات کو ختم کرنا ہے۔ اور دین کو دنیا پر ہر وقت مقدّم رکھنے کی کوشش کرنی ہے۔ اپنے بچوں کی اصلاح کے لیے جو کچھ ہم سے ہو سکتا ہے وہ ہم نے کرنا ہے تاکہ آئندہ ہماری نسلوں میں نیک بچیاں پیدا ہوں۔ نیک بیویاں پیدا ہوں۔ نیک مائیں پیدا ہوں۔ نیک خاوند پیدا ہوں۔ اور نیک باپ پیدا ہوں۔ اور پھر وہ سب مل کر اسلام اور احمدیت کی ترقی کے لیے وہ کردار ادا کریں، جس کے لیے ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانا ہے اور یہ عہد کیا ہے کہ ہم ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدّم رکھیں گے۔ یہ دیکھیں کہ ہم اپنے مقصد کو پورا کر رہے ہیں یا نہیں؟ خاص کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق اِس زمانے کے امام کو ہم نے مانا ہے اور آپ اُن خوش قسمت لوگوں میں شامل ہو گئی ہیں کہ جن کے بارے میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ یعنی اور اِن کے سوا ایک دوسری قوم میں بھی وہ اِسے بھیجے گا جو ابھی تک اِن سے نہیں ملے۔
- حضور انور نے آخر پر فرمایا کہ پس **اسلام ایک بڑا متوازن مذہب ہے**، جو اعلیٰ اخلاق کی بھی تعلیم دیتا ہے، عبادتوں کے اعلیٰ معیاروں کی بھی تعلیم دیتا ہے، بچوں کے حق قائم کرنے کی بھی تعلیم دیتا ہے، اپنے حق قائم کرنے کی بھی تعلیم دیتا ہے، اپنے معاشرے کے حق قائم کرنے کی بھی تعلیم دیتا ہے اور یہی وہ باتیں ہیں جو پھر دنیا میں امن اور محبّت اور پیار کی فضا پیدا کرنے والی ہوتی ہیں۔
- اسلام نے جو آپ کو حقوق دیے ہیں، اُس کا تقاضا یہ ہے کہ آپ معاشرے کے لیے ایک مفید وجود بن جائیں اور اِسی

مقصد کو حاصل کرنے کے لیے آپ نے حتّی الوسع اپنی تمام صلاحیتوں اور استعدادوں کے ساتھ کوشش کرنی ہے۔

- اللہ تعالیٰ آپ کو اِس کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری آئندہ نسلوں میں بھی دین کو دنیا پر ترجیح دینے والی وہ مائیں پیدا ہوں، وہ لڑکے اور باپ پیدا ہوں، وہ خاوند اور بیویاں پیدا ہوں، جو کہ ایک انقلابِ عظیم لانے کا ذریعہ بن جائیں اور تمام دنیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے آکر توحید کا اعلان کرنے والی بن جائے۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو!

(بشکریہ خصوصی اشاعت روزنامہ الفضل انٹرنیشنل جلد32، مؤرخہ 26 جولائی 2025ء)

”2024ء-2025ء میں جماعت احمدیہ پر نازل ہونے والے اللہ تعالیٰ کے بے انتہاء افضال“

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

نئی جماعتوں کا قیام: اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس سال دنیا بھر میں 356 نئی جماعتیں قائم ہوئی ہیں۔

1529 نئے مقامات پر احمدیت کا پودا لگا۔

نئی مساجد کا قیام: اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کو دورانِ سال عطا ہونے والی مساجد کی مجموعی تعداد 134 ہے۔

وکالتِ تصنیف یوکے: اِس سال قرآنِ کریم ناظرہ اور انگریزی ترجمہ اَز حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ عنہ کو رِی پرنٹ کروایا گیا۔ قاعدہ یسّرنا القرآن رِی پرنٹ ہوا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب آئینہ کمالاتِ اسلام، نزول المسیح، نور الحق حصّہ اوّل دوم، استفتاء، البلاغ اور پُرانی تحریریں، اِن کے انگریزی تراجم اِمسال طبع ہوئے۔ حضرت مصلح موعودؓ کی تصانیف چشمۂ توحید، حُریّتِ انسانی کا قائم کرنے والا رسولؐ کا بھی انگریزی ترجمہ ہوا ہے۔ اِس کے علاوہ بچوں کی کتابیں خلفائے راشدین اور دوسری اسلامی تاریخ کے بارے میں شائع ہوئی ہیں۔ اِسی طرح اردو کُتب میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی سیرت النبیؐ۔ اِس کے علاوہ بہت ساری اور کُتب ہیں، جو شائع ہوئی ہیں۔

قرآنِ کریم: اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب دنیا کی 78 زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے اور یہ شائع ہو چکا ہے۔

صحیح بخاری معہ ترجمہ وشرح: جو حضرت سیّد زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب رضی اللہ عنہ کا، اردو میں مرتّب کیا ہوا، اُس کی پہلی جِلد کا انگریزی میں ترجمہ ہو گیا ہے اور بُک سٹال میں موجود بھی ہے۔ اِسی طرح بہت ساری کُتب خلفائے

سلسلہ کی ہیں، وہ شائع ہوئی ہیں، دیگر زبانوں میں تراجم ہوئے ہیں۔ فارسی میں، عربی میں اور رشین میں، البانین میں، اِس طرح مختلف کتابیں شائع ہوئی ہیں۔

وکالتِ اشاعت طباعت: دورانِ سال 374 مختلف کُتب، پمفلٹ اور فولڈرز وغیرہ 48 زبانوں میں 18 لاکھ 51 ہزار کی تعداد میں طبع ہوئے۔ قرآنِ کریم کے مختلف زبانوں میں نئے ریوائزڈ ایڈیشن طبع ہوئے۔ اِسی طرح بعض نئے ایڈیشنز میں سورتوں کے تعارف کے ساتھ اور منتخب آیات کے تفسیری نوٹس وغیرہ بھی شائع ہوئے اور اِس میں بھی تقریباً پندرہ مختلف تراجم اور تفاسیر ہیں۔

دورانِ سال مختلف زبانوں میں شائع ہونے والی خلفاء کی کُتب یہ ہیں: حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی یہ ہیں: خلفاء کی سچے دل سے اطاعت، حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کا خاص مقصد، چشمۂ توحید کا انگریزی ترجمہ شائع ہوا ہے، نبیوں کا سردارؐ اور عرفانِ الٰہی کا جرمن، منہاج الطالبین اور خدام الاحمدیہ کے نام پیغام کا ڈچ، دیباچہ تفسیر القرآن کا انڈونیشین، عورتوں کو غلامی سے نجات دلانے والا نبی کا فِنش زبان میں ترجمہ ہوا ہے، برکاتِ خلافت کا ٹرکش، دعوت الامیر کا سواحیلی اور عربی، دس دلائل ہستیٔ باری تعالیٰ کا فارسی، ملائکۃ اللہ کا ملیالم اور احمدیت یعنی حقیقی اسلام کا آسامی زبان میں ترجمہ شائع ہوا ہے۔ اِسی طرح سیرت النبیؐ جِلد ہفتم اور خطباتِ محمودؓ جِلد چودہ اور سترہ بزبان اُردو شائع ہوئی ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرّابع رحمہ اللہ کی کتاب، الہام، عقل، علم اور سچائی کا انڈونیشین اور اسلام اور عصرِ حاضر کے مسائل کا ڈینش زبان میں ترجمہ شائع ہوا ہے۔ اِسی طرح میری مختلف تقریریں جو ہیں، اِن کا اِنہوں نے ترجمہ شائع کیا ہے۔ آجکل بنیادی مسائل کے جو جوابات دیے جاتے ہیں، الفضل میں چھپتے ہیں، وہ کتابی شکل میں شائع کیے ہیں۔

وکالتِ اشاعت ترسیل: کے مطابق 48 ممالک کو 38 زبانوں میں تقریباً پونے دولاکھ کی تعداد میں کُتب بھجوائی گئیں۔ مختلف ممالک میں بھی مقامی طور پر جماعتی رسالوں کی اشاعت ہو رہی ہے۔ جماعتی رسالوں کے ذریعے فری لٹریچر کی تقسیم جو ہے، 5 ہزار 725 مختلف عناوین کی کُتب، فولڈر، 31 لاکھ 40 ہزار سے زیادہ کی تعداد میں تقسیم کیا گیا، اِس طرح 66 لاکھ سے زائد افراد تک پیغام اِس ذریعے سے پہنچا۔

لیف لیٹس اور فلائرز کی تقسیم: جو ہے، اِس میں 109 ممالک میں 80 لاکھ سولہ ہزار سے زائد لیف لیٹس تقسیم ہوئے۔ دو کروڑ 55 لاکھ سے زائد افراد تک پیغام پہنچا۔

نئی بیعتوں کی تعداد: اس سال اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب تک بیعتوں کی تعداد 2 لاکھ 49 ہزار 408 ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ آئندہ بھی جماعت کی خدمت کرتے چلے جائیں۔ اپنے نیک نمونے قائم

کریں اور ہر احمدی کا ایک نمونہ بھی ایک خاموش تبلیغ ہے۔اس لیے ہر احمدی کو اپنی حالتوں کے بدلنے کی طرف توجہ دینی چاہیئے تاکہ اسلام احمدیت کا جھنڈا جلد از جلد دنیا میں پھیلائیں۔ جزاک اللہ۔

(بشکریہ خصوصی اشاعت روزنامہ الفضل انٹرنیشنل جلد32، موٴرخہ 26 جولائی 2025ء)

حضرت مسیح موعودؑ کی آمد، ضرورت زمانہ اور آپؑ کی تائید میں ظاہر ہونے والے نشانات

27 جولائی 2025ء **جلسہ سالانہ کے اختتامی اجلاس** سے پر معارف خطاب میں **حضور انور** ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج کل کے نام نہاد علماء حضرت اقدس مسیح موعودؑ پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ آپؑ نے نعوذ باللہ مسیح اور مہدی کا دعویٰ کرکے آنحضرت ﷺ کی توہین کی ہے۔ **یہ ایک ایسا جھوٹا الزام ہے کہ جس کی کوئی حقیقت نہیں۔** اگر ان لوگوں میں تھوڑی سی بھی شرم و حیا ہو تو یہ حضرت مسیح موعودؑ کا لٹریچر پڑھیں، اور دیکھیں کہ آپؑ نے کیا فرمایا ہے اور پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ اور آنحضرت ﷺ اس حوالے سے کیا راہنمائی فرماتے ہیں۔

حضورؑ کا تو اعلان یہ ہے کہ **میں نے جو کچھ بھی پایا ہے وہ آنحضور ﷺ کی برکت سے پایا ہے اور میرا دعویٰ تو عین آنحضور ﷺ اور قرآن کریم کی پیش گوئیوں کے مطابق ہے۔**

حضورؑ نے یہ اعلان فرمایا ہے کہ تم مجھے جھوٹا اور دکان داری چمکانے والا کہتے ہو بتاؤ تو سہی کہ کیا مسلمانوں کی یہ حالت نہیں کہ اِن میں ہر طرح کا بگاڑ پیدا ہو چکا ہے، مخالف ہر طرف سے حملے کر رہا ہے اور مسلمانوں کی عملی حالت انتہائی کمزور ہے۔

عمومی طور پر دنیا خدا سے دُور ہوتی جارہی ہے، کیا اب بھی کسی مصلح کی ضرورت نہیں جو خدا کی طرف سے ہدایت پاکر اسلام کی خوبصورت تعلیم کو دنیا میں پھیلائے۔ اگر اب بھی اُس مصلح نے نہیں آنا تو بھلا سوچو تو سہی کہ وہ کب آئے گا۔

آپؑ نے بڑی وضاحت سے زمانے کی وضاحت فرمائی کہ یہ وہی زمانہ ہے جس میں یہ حالات ظاہر ہو رہے ہیں اور یہ زمانہ ایک مصلح کو پکار پکار کر بلا رہا ہے۔ حضورؓ فرماتے ہیں کہ جب آپؑ نے اپنا دعویٰ پیش فرمایا اُس دور میں غیر مذاہب بالخصوص عیسائیت کی طرف سے ایسے تابڑ توڑ حملے ہو رہے تھے کہ کئی لاکھ مسلمان صرف ہندوستان میں اسلام کو چھوڑ کر عیسائی ہو گئے تھے۔ حضور انور نے فرمایا کہ آج بھی یہ حملے ہو رہے ہیں گو بعض جگہوں پر طریقے بدل گئے ہیں مگر افریقہ وغیرہ ممالک میں اب بھی اسی طرح حملے ہو رہے ہیں اور لوگوں کو اسلام سے دُور کیا جا رہا ہے، باقی جگہوں پر بھی ایسی کوششیں ہوتی رہتی ہیں جن سے لوگ مذہب سے دُور ہو رہے ہیں، اسلام کو چھوڑ رہے ہیں یا برائے نام ہی مسلمان ہیں۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے لیڈروں یا علماء کو اس طرف کوئی توجہ نہیں، نہ ہی امیر ممالک جہاں تیل کی دولت ہے انہیں کوئی پرواہ ہے اور نہ اُن ممالک کے لیڈروں کو کوئی فکر ہے جہاں دولت کم ہے۔

حالت یہ ہے کہ مسلمان، مسلمان کو مار رہا ہے اور اسی لیے غیروں کو جرأت ہو رہی ہے کہ وہ مسلمانوں کے خلاف کارروائیاں کر سکیں۔ **مسلمانوں کی اگر کسی کو فکر تھی تو وہ اُس مصلح اور امام کو تھی جسے خدا نے مسلمانوں کی راہنمائی کے لیے بھیجا** اور اُس نے یہ فکر اپنی جماعت میں منتقل کی، **مگر افسوس! کہ یہ اُس امام کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔**

اسی دَور کا نقشہ کھینچتے ہوئے حضورؓ فرماتے ہیں اے مسلمانو! جو اولوالعزم مومنوں کے آثارِ باقیہ اور نیک لوگوں کی ذریت ہو انکار اور بدظنّی کی طرف جلدی نہ کرو اور اِس خوفناک وبا سے ڈرو جو تمہارے گرد پھیل رہی ہے اور بے شمار لوگ اس کے دامِ فریب میں آ گئے ہیں۔

تم دیکھتے ہو کہ کس قدر زور سے دینِ اسلام کو مٹانے کے لیے کوشش ہو رہی ہے۔ کیا تم پر یہ حق نہیں کہ تم بھی کوشش کرو۔ اسلام انسان کی طرف سے نہیں کہ انسانی کوششوں سے برباد ہو سکے۔ مگر افسوس اُن پر ہے جو اس کی بیخ کنی کے درپے ہیں، اور پھر دوسرا افسوس اُن پر ہے جو اپنی عورتوں اور اپنے بچوں اور اپنے نفس کی عیاشیوں کے لیے تو اُن کے پاس سب کچھ ہے مگر اسلام کے حصّے کا اُن کی جیب میں کچھ بھی نہیں ہے۔

حضورِ انور نے فرمایا **مغربی دنیا اسلام کے اِس لیے خلاف ہے کیونکہ انہیں مسلمانوں میں صحیح اسلام کا نمونہ نظر نہیں آتا۔** پس حضورؓ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا فرض تھا کہ اسلام کی محبوبانہ شکل دکھلانے کے لیے جان توڑ کوشش کرتے، اور مال کیا بلکہ خون کو بھی پانی کی طرح بہاتے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔

حضورؓ فرماتے ہیں بعض بظاہر دین کی خدمت کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر جس طرح تعلیم دیتے ہیں وہ شدّت کی تعلیم

ہے۔ خدا تعالیٰ سورۃ القدر میں مسلمانوں کو بشارت دیتا ہے کہ

اُس کا کلام اور اُس کا نبی لیلۃ القدر میں آسمان سے اتارا گیا ہے اور ہر ایک مصلح اور مجدد جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے وہ لیلۃ القدر میں ہی اترتا ہے۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر سال ہزاروں لوگ احمدیت قبول کرتے ہیں اور اسلام میں داخل ہوتے ہیں، انہیں جب ہدایت ملتی ہے تو وہ اُسے قبول کرتے ہیں اور ضد نہیں کرتے۔ پس اسی طرح ہر ایک کو چاہیئے کہ ضد کرنے کی بجائے ان حالات پر غور کرے اور پھر دیکھے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے کیا چاہتا ہے۔

حضورؑ فرماتے ہیں **ذرا سوچو یَکْسِرُ الصَّلِیْب یعنی صلیب کو توڑنے کی خدمت کس کے سپرد ہے۔ یہ مسیح موعود کے ہی سپرد ہے اور کیا یہ وہی زمانہ ہے یا کوئی اور۔ سوچو! خدا تمہیں تھام لے۔**

حضورِ انور نے فرمایا کہ **آج اسلام پر ہر طرف سے حملے ہو رہے ہیں، اسلام کے خلاف کتابیں شائع کی جارہی ہیں اور مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ وہ بعض محفلوں میں خود کو مسلمان ظاہر کرتے ہوئے شرمندگی محسوس کرتے ہیں۔ ایسے میں احمدی مسلمانوں کا فرض ہے کہ نہ صرف اسلام کی خوبصورت تعلیم کو دنیا میں پھیلائے بلکہ اپنے عملوں سے بھی اس خوبصورت تعلیم کو ظاہر کرے۔**

حضورِ انور نے فرمایا بعض افراد اور گروہ گو اسلام کی خدمت کر رہے ہیں مگر وہ یہ خدمت جنگ اور ہتھیار سے کرنا چاہتے ہیں۔ مگر ہتھیاروں کے لیے بھی یہ ان مغربی ممالک کی طرف ہی دیکھتے ہیں، اب اس طرح انہوں نے کیا اسلام کی خدمت کرنی ہے۔

نااتفاقی کا یہ عالَم ہے کہ ایک دوسرے کا ساتھ دینا تو دُور کی بات یہ ایک دوسرے کے حق میں آواز اٹھانا بھی نہیں چاہتے۔ آج فلسطین کے لیے کون آواز اٹھا رہا ہے؟ کوئی بھی نہیں۔ ان مسلمانوں کو اگر کوئی فکر ہے تو یہ کہ احمدیوں کو ختم کیا جائے۔ **یہ عقل کے کورے نہیں جانتے کہ احمدی تو جو قربانیاں دے رہے ہیں وہ آنحضور ﷺ کے پیغام کو دنیا میں پھیلانے اور اسلام کی اشاعت کے لیے ہی دے رہے ہیں۔**

حضورِ انور نے نواب صدیق حسن خان کی کتاب حجج الکرامہ کے حوالے سے حدیث کسوف وخسوف کی بحث بیان فرمائی اور پھر حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا قاطع استدلال پیش فرمایا۔ حضورؑ اپنے ایک پُر شوکت الہام کو پیش کرکے فرماتے

ہیں مجھے ایک ایسا نشان دیا گیا ہے جو آدم سے لے کر اس وقت تک کسی کو نہیں دیا گیا۔ میں خانہ کعبہ میں کھڑے ہو کر قسم کھا سکتا ہوں کہ یہ نشان میری تصدیق کے لیے ہے۔

حضورؑ فرماتے ہیں کہ **اسلام نہایت کمزور اور یتیم بچے کی طرح ہو گیا ہے۔ اس وقت خدا تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے تا کہ مَیں ادیانِ باطلہ کے جھوٹے حملوں سے اسلام کو بچاؤں۔**

اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ منجملہ اُن دلائل کے جو میرے مسیح موعود ہونے پر دلالت کرتے ہیں **وہ ذاتی نشانیاں ہیں جو مسیح موعود کی نسبت بیان فرمائی گئی ہیں اور اُن میں سے ایک بڑی نشانی یہ ہے کہ مسیح موعود کے لیے ضروری ہے کہ وہ آخری زمانے میں پیدا ہو۔**

حضورؑ نے قرآن و حدیث کی روشنی میں اس زمانے کا آخری زمانہ ہونا ثابت فرمایا ہے۔ مثلاً آخری زمانے کی پیش گوئیوں میں بکثرت ستاروں کے ٹوٹنے کا ذکر ہے، اسی طرح ایک شدّت کے کسوف کی بھی خبر ملتی ہے۔ صحائف کے کثرت کے ساتھ نشر کی بھی خبر دی گئی تھی۔

حضورِ انور نے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ارشادات کی روشنی میں آخری زمانے کی نشانیوں کا تذکرہ فرمایا۔

حضورؑ فرماتے ہیں **پس ضرورتِ زمانہ بھی ہے، پیش گوئیاں بھی پوری ہو رہی ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی تائیدات بھی شامل ہیں۔**

... فرمایا خدا تعالیٰ نے مجھے وہ نعمت بخشی ہے جو میری کوشش سے نہیں بلکہ شکمِ مادر میں ہی مجھے عطا کی گئی ہے۔ میری تائید میں اُس نے وہ نشان ظاہر فرمائے ہیں جن کی تعداد بے شمار ہے۔ بعض نشان اس قسم کے ہیں جن میں خدا تعالیٰ نے ہر ایک محل پر اپنے وعدے کے موافق مجھ کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھا اور بعض نشان اس قسم کے ہیں جن میں ہر محل پر اپنے وعدے کے موافق میری ضرورتیں اور حاجتیں اس نے پوری کیں اور بعض نشان اس قسم کے ہیں کہ اس نے بموجب اپنے وعدہ اِنِّیْ مُھِیْنٌ مَّنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ کہ میرے پر حملہ کرنے والوں کو ذلیل و رسوا کیا۔ بعض نشان اس قسم کے ہیں کہ مجھ پر مقدمہ دائر کرنے والوں پر اس نے اپنی پیش گوئیوں کے مطابق مجھ کو فتح دی...اور بعض نشان اس قسم کے ہیں کہ جن میں دوستوں کے حق میں میری دعائیں قبول ہوئیں، اور بعض نشان اس قسم کے ہیں جن میں شریر دشمنوں پر میری بد دعا کا اثر ہوا، اور بعض نشان اس قسم کے ہیں کہ میری دعا سے بعض خطرناک بیماروں نے شفا پائی... اور بعض نشان اس قسم کے ہیں جو میری تصدیق کے لیے بعض بڑے بڑے ممتاز لوگوں کو جو مشاہیر فقراء میں سے تھے خوابیں آئیں۔

حضورِانور نے فرمایا آج تک یہ تائیدات و نشانات نظر آرہے ہیں۔ **دنیا میں پھیلی ہوئی جماعت اور ہر ملک میں پیش گوئی کے مطابق آپ کی بیعت میں لوگوں کا آنا کیا یہ خدا تعالیٰ کی تائید کی نشانی نہیں؟**

کاش! کہ یہ لوگ عقل کریں۔ پس! یہ سب باتیں ان لوگوں کے سوچنے کے لیے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہے اگر آنکھوں پر پردے نہ پڑے ہوں اور انصاف کے تقاضوں سے پرکھنے کی کوشش کی جائے تو یہ ماننا پڑے گا کہ آپؑ ہی زمانے کی ضرورت کے مطابق، عین وقت پر مسیح و مہدی کے مقام پر فائز ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف سے آئے ہیں اور **گذشتہ ایک سو چھتیس سالہ جماعتِ احمدیہ کی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ یقیناً خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت آپؑ اور آپؑ کی جماعت کے ساتھ ہے۔**

آج دنیا کے ہر ملک میں جماعت کا قیام، تبلیغ کا کام، لوگوں کا جماعت کی طرف رجحان، اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر ممکن نہیں۔

اب مخالفین جتنی مرضی کوششیں کرلیں یہ سلسلہ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے پھیلتا ہی چلا جائے گا اور چلا جارہا ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ ہم پر بہت بڑی ذمہ داری عائد کرتا ہے کہ صرف آپؑ کو ماننے یا نعرے لگانے سے ہم اپنا مقصد نہیں پاسکتے۔ **ہمیں بھی اپنی حالتوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیم کے مطابق ڈھالنے اور اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔**

جب ہم اپنے اندر حقیقی انقلاب پیدا کریں گے تب ہی ہم حضرت مسیح موعودؑ کے حقیقی مددگار بن سکیں گے اور حقیقی مددگار بن کر دنیا کو آنحضرت ﷺ کی آغوش میں لانے والے بن سکیں گے۔ تب ہی ہم **خدا تعالیٰ کی وحدانیت کو دنیا میں قائم کرنے والے بن سکیں گے۔** دنیا کو آنحضرت ﷺ کے جھنڈے تلے لانے والے بن سکیں گے۔ خدا تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

خطاب کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے دعا کروائی۔

آخر میں حضور انور نے فرمایا کہ سکیننگ کی رپورٹ کے مطابق اس سال کی حاضری چھیالیس ہزار ساٹھ (46060) ہے جو گزشتہ سال سے تین ہزار زیادہ ہے۔

(بشکریہ خصوصی اشاعت روزنامہ الفضل انٹرنیشنل جلد 32، مؤرخہ 27 جولائی 2025ء)

ارشاد باری تعالیٰ؛

احیائے موتیٰ

وہ کام جو خدا کے برگزیدہ دنیا میں مبعوث ہو کر کرتے ہیں

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ ۔(الانفال: 25)

ترجمہ: ’’اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ اور رسول کی آواز پر لبیک کہا کرو جب وہ تمہیں بلائے تا کہ وہ تمہیں زندہ کرے۔‘‘ (از ترجمہ قرآن مجید حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کے ہاتھ پر مردے زندہ ہوتے ہیں۔ لِمَا یُحْیِیْكُمْ ۔اور سب کو معلوم ہے کہ اس سے مراد روحانی مردوں کا زندہ ہونا ہے۔‘‘

(’’ملفوظات‘‘حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جلد10 صفحہ323 ایڈیشن 2022ء یوکے)

حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

’’اے لوگو! اللہ اور اس کے رسول کی بات مانو وہ تمہیں زندہ کرنے کے لئے بلاتا ہے۔ ہمارے زمانہ میں بھی ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میں بھی دنیا کو زندہ کرنے آیا ہوں۔ خدا کے کلام کو سمجھانا، معارف و حقائق بتانا، لوگوں کو روحانی طور پر زندہ کرنا، نمونہ بننا یہ وہ کام ہیں جو خدا کے برگزیدہ دنیا میں مبعوث ہو کر کرتے ہیں۔ ان کے ذریعہ جو زندگی حاصل ہوتی ہے اس سے قطعاً یہ مراد نہیں کہ نبی جسمانی مردوں کو زندہ کرتا ہے بلکہ عملی زندگی اور اخلاقی زندگی ہے۔‘‘(’’خطبات محمود‘‘ جلد12 صفحہ130)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم:

ہر ایک حق کا طالب امام صادق کی تلاش میں لگا رہے

عَنْ مُعَاوِيَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ مَاتَ بِغَيْرِ إِمَامٍ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً۔

(مسند احمد بن حنبل، مسند الشامیین، مسند معاویہ بن ابی سفیان حدیث: 17000)

ترجمہ: حضرت معاویہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی بھی امام (پر ایمان لانے) کے بغیر مر گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”واضح ہو کہ حدیث صحیح (قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ مَاتَ بِغَيْرِ إِمَامٍ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً۔ حاشیہ) سے ثابت ہے کہ جو شخص اپنے زمانہ کے امام کو شناخت نہ کرے اس کی موت جاہلیت کی موت ہوتی ہے۔ یہ حدیث ایک متقی کے دل کو امام الوقت کا طالب بنانے کے لئے کافی ہو سکتی ہے کیونکہ جاہلیت کی موت ایک ایسی جامع شقاوت ہے جس سے کوئی بدی اور بدبختی باہر نہیں۔ سو بموجب اس نبوی وصیت کے ضروری ہوا کہ ہر ایک حق کا طالب امام صادق کی تلاش میں لگا رہے۔“ (”ضَرُورَةُ الإِمَام“ روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 472)

مسند معاوية بن أبي سفيان　　　　٧٦٦

١٦٩٩٩ ـ حدّثنا روح. قال: حدثنا حماد بن سلمة، عن جبلة بن عطية، عن ابن محيريز، عن معاوية، عن النبي ﷺ قال: إذا أراد الله عزَّ وجلَّ بعبد خيراً يفقهه في الدين (١).

حدثنا عبد الله. قال وجدت هذا الكلام في آخر هذا الحديث، في كتاب أبي، بخط يده، متصلاً به، وقد خط عليه فلا أدري أقرأه عليّ أم لا، وإن السامع المطيع لا حجة عليه، وإن السامع العاصي لا حجة له.

١٧٠٠٠ ـ حدّثنا أسود بن عامر، أنبأنا أبو بكر، عن عاصم، عن أبي صالح، عن معاوية. قال: قال رسول الله ﷺ: من مات بغير إمام مات ميتة جاهلية.

امام الکلام

خالقیت خدائے تعالیٰ

حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بانیٔ جماعت احمدیہ مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

اَمۡ خُلِقُوۡا مِنۡ غَیۡرِ شَیۡءٍ اَمۡ ہُمُ الۡخٰلِقُوۡنَ ﴿۳۶﴾ اَمۡ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ ۚ بَلۡ لَّا یُوۡقِنُوۡنَ ﴿۳۷﴾ اَمۡ عِنۡدَہُمۡ خَزَآئِنُ رَبِّکَ اَمۡ ہُمُ الۡمُصَۜیۡطِرُوۡنَ۔(الطور: 36تا38)

”یعنے کیا یہ لوگ جو خالقیت خدائے تعالیٰ سے منکر ہیں بغیر پیدا کرنے کسی خالق کے یونہی پیدا ہو گئے یا اپنے وجود کو آپ ہی پیدا کر لیا یا خود علت العلل ہیں جنہوں نے زمین و آسمان پیدا کیا یا ان کے پاس غیر متناہی خزانے علم اور عقل کے ہیں جن سے انہوں نے ان سے معلوم کیا کہ ہم قدیم الوجود ہیں یا وہ آزاد ہیں۔ اور کسی کے قبضۂ قدرت میں مقہور نہیں ہیں تا یہ گمان ہو کہ جبکہ ان پر کوئی غالب اور قہار ہی نہیں تو وہ ان کا خالق کیسے ہو۔ اس آیت شریف میں یہ استدلال لطیف ہے کہ ہر پنج شقوق قدامت ارواح کو اس طرز مدلل سے بیان فرمایا ہے کہ ہر ایک شق کے بیان سے ابطال اس شق کا فی الفور سمجھا جاتا ہے اور تفصیل ان اشارات لطیفہ کی یوں ہے کہ شق اول یعنے ایک شے معدوم کا بغیر فعل کسی فاعل کے خود بخود پیدا ہو جانا اس طرح پر باطل ہے کہ اس سے ترجیح بلا مرجّح لازم آتی ہے کیونکہ عدم سے وجود کا لباس پہننا ایک موثر مرجّح کو چاہتا ہے جو جانب وجود کو جانب عدم پر ترجیح دے لیکن اس جگہ کوئی موئثر مرجّح موجود نہیں اور بغیر وجود مرجّح کے خود بخود ترجیح پیدا ہو جانا محال ہے۔

اور شق دوم یعنے اپنے وجود کا آپ ہی خالق ہونا اس طرح پر باطل ہے کہ اس سے تقدم شے کا اپنے

نفس پر لازم آتا ہے کیونکہ اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ ہر ایک شے کے وجود کی علت موجبہ اس شے کا نفس ہے تو بالضرورت یہ اقرار اس اقرار کو مستلزم ہو گا کہ وہ سب اشیاء اپنے وجود سے پہلے موجود تھیں اور وجود سے پہلے موجود ہونا محال ہے۔

اور شق سوم یعنے ہر ایک شے کا مثل ذات باری کے علت العلل اور صانع عالم ہونا تعدد خداؤں کو مستلزم ہے اور تعدد خداؤں کا باتفاق محال ہے اور نیز اس سے دور یا تسلسل لازم آتا ہے اور وہ بھی محال ہے۔

اور شق چہارم یعنے محیط ہونا نفس انسان کا علوم غیر متناہی پر اس دلیل سے محال ہے کہ نفس انسانی باعتبار تعین تشخص خارجی کے متناہی ہے اور متناہی میں غیر متناہی سما نہیں سکتا اس سے تحدید غیر محدود کی لازم آتی ہے۔

اور شق پنجم یعنے خود مختار ہونا اور کسی کے حکم کے ماتحت نہ ہونا ممتنع الوجود ہے۔ کیونکہ نفس انسان کا بضرورت استکمال ذات اپنی کے ایک مکمل کا محتاج ہے اور محتاج کا خود مختار ہونا محال ہے اس سے اجتماع نقیضین لازم آتا ہے پس جبکہ بغیر ذریعہ خالق کے موجود ہونا موجودات کا بہر صورت ممتنع اور محال ہوا تو بالضرور یہی ماننا پڑا کہ تمام اشیاء موجودہ محدودہ کا ایک خالق ہے جو ذات باری تعالیٰ ہے اور شکل اس قیاس کی جو ترتیب مقدمات صغریٰ کبریٰ سے بقاعدہ منطقیہ مرتب ہوتی ہے اس طرح پر ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ یہ قضیہ فی نفسہٖ صادق ہے کہ کوئی شے بجز ذریعہ واجب الوجود کے موجود نہیں ہو سکتی کیونکہ اگر صادق نہیں ہے تو پھر اس کی نقیض صادق ہو گی کہ ہر ایک شے بجز ذریعہ واجب الوجود کے وجود پکڑ سکتی ہے اور یہ دوسرا قضیہ ہماری تحقیقات مندرجہ بالا میں ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ وجود تمام اشیاء ممکنہ کا بغیر ذریعہ واجب الوجود کے محالات خمسہ کو مستلزم ہے۔ پس اگر یہ قضیہ صحیح نہیں ہے کہ کوئی شے بجز ذریعہ واجب الوجود کے موجود نہیں ہو سکتی تو یہ قضیہ صحیح ہو گا کہ وجود تمام اشیاء کو محالات خمسہ لازم ہیں لیکن وجود اشیاء کا باوصف لزوم محالات خمسہ کے ایک امر محال ہے پس نتیجہ نکلا کہ کسی شے کا بغیر واجب الوجود کے موجود ہونا امر محال ہے اور یہی مطلوب تھا۔“ (”پرانی تحریریں“ روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 9 تا 11)

کلام الامام

اللہ کرے کہ دنیا وقت کے امام کو پہچان لے

”اگر آج بھی خدا کو نہ پہچانا تو ...“

امام جماعت احمدیہ عالمگیر حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”فجی میں ہی ایک دن میں صبح اٹھا۔ فجر کی نماز کی تیاری کر رہا تھا تو پاکستان سے ناظر صاحب اعلیٰ کا فون آیا کہ خیریت ہے؟ خبر آئی ہے کہ بڑا سخت سونامی (Tsunami) کا خطرہ ہے۔ اس دن نیوزی لینڈ بھی جانا تھا وہاں بھی کچھ علاقوں میں خطرہ تھا لیکن **اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا کہ زلزلے کا سارا اثر پانی کے اندر ہی دب کر رہ گیا۔** خبروں میں جو بی بی سی کے ذریعہ سے میں تفصیل سن رہا تھا اس سے لگتا تھا کہ ٹونگا، جس کے قریب یہ زلزلہ آیا تھا وہ صفحہ ہستی سے مٹ جائے گا۔ نماز پر جب میں نے وہاں کے مقامی لوگوں سے پوچھا کہ ٹونگا کا کیسا علاقہ ہے تو انہوں نے بتایا کہ بالکل پلین (plain) ہے۔ تو یہاں ہماری نئی نئی جماعت ابھی قائم ہوئی ہے۔ فجی کے جلسے پر بھی یہ لوگ آئے ہوئے تھے اور بڑے مخلص لوگ تھے۔ اس بات پر کہ قریب ہی زلزلہ بھی ہے، سونامی کا خطرہ بھی ہے، پہاڑی علاقہ بھی نہیں اونچا پہاڑی علاقہ ہو تو محفوظ ہونے کا امکان ہوتا ہے۔ تو ان کے لئے فکر پیدا ہوئی لیکن **اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا نماز پڑھ کر جب واپس آئے تو خبر تھی کہ سب محفوظ ہے اور ٹونگا سے ہی کسی عورت کا پیغام بی بی سی والے سنا رہے تھے کہ یہ ختم ہو گیا۔ اللہ کرے کہ دنیا اب وقت کے امام کو پہچان لے اور ان آفات سے محفوظ ہو جائے۔** ورنہ آج یہاں اور کل وہاں جو طوفان آ رہے ہیں اور بظاہر جو بعض جگہوں کو بڑا نقصان نہیں ہو رہا تو یہ وارننگ ہے۔ اگر آج بھی خدا کو نہ پہچانا تو جو تباہیوں کے نمونے ہم نے دیکھے ہیں وہ دوبارہ بھی نظر آ سکتے ہیں۔ اللہ رحم کرے۔ آج ہر ملک کے احمدی کو چاہیئے کہ اپنے ملک کے لوگوں کو یہ پیغام پہنچانے میں لگ جائیں۔“

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مورخہ 19 مئی 2006ء خطبات مسرور جلد 4 صفحہ 248، 249)

ہستی باری تعالیٰ کی دلیل

ہزاروں راستبازوں کی گواہی

از افاضات حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”دلیل جو قرآن شریف میں ہستی باری تعالیٰ کے متعلق دی ہے ان آیات سے معلوم ہوتی ہے کہ تِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ۔ وَ وَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ كُلًّا هَدَيْنَا وَ نُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ سُلَيْمٰنَ وَ اَيُّوْبَ وَ يُوْسُفَ وَ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ۔ وَ زَكَرِيَّا وَ يَحْيٰى وَ عِيْسٰى وَ اِلْيَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ الْيَسَعَ وَ يُوْنُسَ وَ لُوْطًا وَ كُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ۔ (الانعام:84تا87) پھر کچھ آیات کے بعد فرمایا کہ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ۔ (الانعام:91)

یعنی ایک دلیل ہے جو ہم نے ابراہیمؑ کو اس کی قوم کے مقابل میں دی اور ہم جس کے درجات چاہتے ہیں بلند کرتے ہیں تحقیق تیرا رب بڑا حکمت والا اور علم والا ہے اور ہم نے اسے اسحاقؑ ویعقوبؑ دیئے ہر ایک کو ہم نے سچا راستہ دکھایا۔ اور نوحؑ کو بھی ہم نے سچا راستہ دکھایا اس سے پہلے اور اس کی اولاد میں سے داؤدؑ اور سلیمانؑ، ایوبؑ، یوسفؑ، موسیٰؑ اور ہارونؑ کو بھی اور ہم نیک اعمال میں کمال کرنے والوں کے ساتھ اسی طرح سلوک کیا کرتے ہیں اور زکریاؑ، یحییٰؑ، عیسیٰؑ اور الیاسؑ کو بھی راہ دکھایا اور یہ سب لوگ نیک تھے اور اسمٰعیلؑ اور یسعؑ اور لوطؑ کو بھی راستہ دکھایا اور ان سب کو ہم نے اپنے اپنے زمانہ کے لوگوں پر فضیلت دی تھی اور پھر فرماتا ہے کہ یہ وہ لوگ تھے کہ جن کو خدا نے ہدایت دی پس تو ان کے طریق کی پیروی کر۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ اس قدر نیک اور پاک لوگ جس بات کی گواہی دیتے ہیں وہ مانی جائے یا وہ بات جو دوسرے ناواقف لوگ کہتے ہیں اور اپنے چال چلن سے ان کے چال چلن کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ سیدھی بات ہے کہ انہی لوگوں کی بات کو وقعت دی جاوے گی جو اپنے چال چلن اور اپنے عمل سے دنیا پر اپنی نیکی اور پاکیزگی اور گناہوں سے بچنا اور جھوٹ سے پرہیز کرنا ثابت کر چکے ہیں۔ پس ہر ایک شخص کا فرض ہے کہ وہ انہیں کا تتبع کرے اور ان کے مقابل میں دوسرے لوگوں کی بات کا انکار کر دے۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جس قدر نیکی اور خلق کے پھیلانے والے گزرے ہیں اور جنہوں نے اپنے اعمال سے دنیا پر اپنی راستی کا سکہ بٹھا دیا تھا وہ سب کے سب اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ ایک ایسی ہستی ہے جسے مختلف زبانوں میں اللہ یا گاڈ یا پرمیشر کہا گیا ہے۔ ہندوستان کے راستباز رامچندرؑ، کرشنؑ، ایران کا راستباز زرتشتؑ، مصر کا راستباز موسیٰؑ، ناصرہ کا راستباز مسیحؑ، پنجاب کا ایک راستباز نانکؒ پھر سب **راستبازوں کا سرتاج عرب کا نور محمد مصطفیٰ ﷺ جس کو اس کی قوم نے بچپن سے صادق کا خطاب دیا** اور جو کہتا ہے کہ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا۔ (یونس:17) میں نے تو تم میں اپنی عمر گزاری ہے کیا تم میرا کوئی جھوٹ ثابت کر سکتے ہو اور اس کی قوم کوئی اعتراض نہیں کرتی اور ان کے علاوہ اور ہزاروں راستباز جو وقتاً فوقتاً دنیا میں ہوئے ہیں **یک زبان ہو کر پکارتے ہیں کہ ایک خدا ہے** اور یہی نہیں بلکہ کہتے ہیں کہ ہم نے اس سے ملاقات کی اور اس سے ہم کلام ہوئے۔

بڑے سے بڑے فلاسفر جنہوں نے دنیا میں کوئی کام کیا ہو وہ ان میں سے ایک کے کام کا ہزارواں حصہ بھی پیش نہیں کر سکتے بلکہ اگر ان لوگوں اور فلاسفروں کی زندگی کا مقابلہ کیا جائے تو فلاسفروں کی زندگی میں اقوال سے بڑھ کر افعال کے باب بہت ہی کم نظر آئیں گے۔ وہ صدق اور راستی جو انہوں نے دکھائی وہ فلاسفر کہاں دکھا سکے؟ وہ لوگوں کو راستی کی تعلیم دیتے ہیں مگر خود جھوٹ سے پرہیز نہیں کرتے۔

لیکن اس کے مقابلہ میں وہ لوگ جن کا نام میں اوپر لے چکا ہوں صرف راستی کی خاطر ہزاروں تکلیفوں کو برداشت کرتے رہے لیکن کبھی ان کا قدم اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔ ان کے قتل کرنے کے منصوبے کئے گئے۔ ان کو وطنوں سے خارج کیا گیا، ان کو گلیوں اور بازاروں میں ذلیل کرنے کی کوشش کی گئی، ان سے کل دنیا نے قطع تعلق کر لیا مگر انہوں نے اپنی بات نہ چھوڑی اور کبھی نہ کیا کہ لوگوں کی خاطر جھوٹ بول کر اپنے آپ کو بچا لیتے اور انکے عمل نے، انکی دنیا سے نفرت نے، نمائش سے علیحدگی نے اس بات کو ثابت کر دیا کہ وہ بے غرض تھے اور کسی نفسانی غرض سے کوئی کام نہ کرتے تھے۔

پھر ایسے صادق ایسے قابل اعتبار یک زبان ہو کر کہہ رہے ہیں کہ ہم نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی، اس کی آواز سنی اور اس کے جلوے کا مشاہدہ کیا تو ان کے قول کا انکار کرنے کی کسی کے پاس کیا وجہ ہے۔ جن لوگوں کو ہم روز جھوٹ بولتے سنتے ہیں وہ بھی چند مل کر ایک بات کی گواہی دیتے ہیں تو ماننا ہی پڑتا ہے۔ جن کے احوال سے ہم بالکل ناواقف ہوتے ہیں وہ اخباروں میں اپنی تحقیقات شائع کرتے ہیں تو ہم تسلیم کر لیں گے مگر نہیں مانتے تو ان راستبازوں کا کلام نہیں مانتے۔

دنیا کہتی ہے کہ لندن ایک شہر ہے اور ہم اسے تسلیم کرتے ہیں۔ جغرافیہ والے لکھتے ہیں کہ امریکہ ایک برّاعظم ہے اور ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ سیاح کہتے ہیں کہ سائبیریا ایک وسیع اور غیر آباد علاقہ ہے ہم اس کا انکار نہیں کرتے۔ کیوں؟ اس لئے کہ بہت سے لوگوں کی گواہی اس پر ہو گئی ہے۔ حالانکہ ہم ان گواہوں کے حالات سے واقف نہیں کہ وہ جھوٹے ہیں یا سچے مگر اللہ تعالیٰ کے وجود پر عینی گواہی دینے والے وہ لوگ ہیں کہ جن کی سچائی روز روشن کی طرح عیاں ہے، انہوں نے اپنے مال و جان وطن عزت و آبرو کو تباہ کر کے راستی کو دنیا میں قائم کیا پھر ان سیاحوں اور جغرافیہ والوں کی بات کو ماننا اور ان راستبازوں کی بات کو نہ ماننا کہاں کی راستبازی ہے۔ اگر لندن کا وجود چند لوگوں سے سن کر ثابت ہو سکتا ہے **تو اللہ تعالیٰ کا وجود ہزاروں راستبازوں کی گواہی پر کیوں ثابت نہیں ہو سکتا۔**

غرضیکہ **ہزاروں راستبازوں کی شہادت جو اپنے عینی مشاہدہ پر خدا تعالیٰ کے وجود کی گواہی دیتے ہیں کسی صورت میں بھی ردّ کے قابل نہیں ہو سکتی۔** تعجب ہے کہ جو اس کوچہ میں پڑے ہیں وہ تو سب بالاتفاق کہہ رہے ہیں کہ خدا ہے لیکن جو روحانیت کے کوچہ سے بالکل بے بہرہ ہیں وہ کہتے ہیں کہ ان کی بات نہ مانو کہ خدا ہے حالانکہ اصول شہادت کے لحاظ سے اگر دو برابر کے راستباز آدمی بھی ایک معاملہ کے متعلق گواہی دیں تو جو کہتا ہے کہ میں نے فلاں چیز کو دیکھا اس کی گواہی کو اس کی گواہی پر جو کہتا ہے میں نے اس چیز کو نہیں دیکھا ترجیح دی جائے گی کیونکہ یہ ممکن ہے کہ ان میں سے ایک کی نظر اس چیز پر نہ پڑی ہو لیکن یہ ناممکن ہے کہ ایک نے نہ دیکھا ہو اور سمجھ لے کہ میں نے دیکھا ہے۔ **پس خدا کے دیکھنے والوں کی گواہی اس کے منکروں پر بہر حال حجت ہو گی۔"**

("دس دلائل ہستی باری تعالیٰ" حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ، انوار العلوم جلد 1 صفحہ 418 تا 420)

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

تعارف کتاب:

سُبُلُ الْھُدٰی وَالرَّشَادِ فِیْ سِیْرَۃِ خَیْرِ الْعِبَادِ

(ابو اشعر)

مصنف کا تعارف:

لقب: شمس الدین

کنیت: ابو عبد اللہ

نام اور ولدیت: محمد بن یوسف صالحی شامی

دمشق کے علاقے صالحیہ میں پیدا ہوئے۔ اس کی مناسبت سے صالحی کے نام سے مشہور ہوئے۔

شام کے رہنے والے تھے۔ اس وجہ سے شامی کے نام سے مشہور ہوئے۔

مسلک: شافعی

پیدائش: امام شامی محدث اور تاریخ کے عالم تھے۔ آپ کی تاریخ ولادت کا ذکر نہیں ملتا۔

محقق محمد نظام الدین فَتِیح لکھتے ہیں:

لَمْ تَذْکُرِ الْمَصَادِرِ الَّتِی اطَّلَعْتُ عَلَیْھَا عَلٰی کَثْرَتِھَا شَیْئًا عَنْ تَارِیْخِ وَلَادَتِہٖ۔

ترجمہ: جتنے بھی مصادر میں نے دیکھے، اُن میں سے کسی نے بھی ان کی تاریخِ پیدائش کا ذکر نہیں کیا۔

امام محمد بن یوسف صالحی شامیؒ نے طلب علم کے لیے وطن شام سے مصر کی طرف رحلت کی اور وہیں صحراء مصر کی ایک بستی بَرْقُوْقِیہ میں رہائش پذیر ہو گئے۔ اور پھر یہیں مدرسہ بَرْقُوْقِیہ میں بطور استاد خدمت کی توفیق پائی۔ جیسا کہ لکھا ہے: مُحَمَّدبن یُوسُف بن عَلِی بن یُوسُف الدِّمَشْقِی شَمْسُ الدِّیْن الصَّالِحِی ...مُدَرِّسُ الْبَرْقُوْقِیَۃِ بِمِصْرَ۔

(سبل الہدیٰ جلد 1 صفحہ 38 دار الکتب العلمیۃ۔ الاعلام خیر الدین زِرِکلی جلد 7 صفحہ 155 دار العلم للملایین 2002ء۔ کتاب ازواج النبی صفحہ 9۔ سیرت نگاری اور سیرت کی کتابیں ندیم واجدی صفحہ 105 تا 107 دار الکتاب دیوبند 2024ء، ہدیۃ العارفین جلد 2 صفحہ 236 دار إحیاء التراث العربي بیروت–لبنان 1951ء مکتبہ شاملہ)

علامہ شامی کے ہم عصر شہاب احمد بن حجر ہیثمی مکی نے ان کو درج ذیل القابات سے نوازا ہے۔

بِصَاحِبِنَا الشَّيْخِ الْعَلَّامَةِ الصَّالِحِ الفَهَّامَةِ الثِّقَةِ الْمُطَّلِعِ الْحَافِظِ الْمُتَّبِعِ...،

وَحَلَّاهُ الشَّيْخُ أَبُوْ سَالِمِ الْعَيَاشِي بِإِمَامِ الْمُحَدِّثِيْنَ وَغَيْرُهُ بِخَاتِمَةِ الْحُفَّاظِ۔

ہمارے ساتھی، شیخ، علامہ، نیک، (دین کو) بہت سمجھنے والے، (علوم میں) معتبر، (وسیع) معلومات رکھنے والے اور ایسے حافظ (حدیث) تھے جن کی پیروی کی جاتی ہے۔

اسی طرح شیخ ابو سالم عیاشی نے انہیں "امام المحدثین" اور دیگر علماء نے "خاتمۃ الحفاظ" کے لقب سے نوازا ہے۔

(فہرس الفھارس والأثبات... عبد الحي بن عبد الكبير الكتان صفحہ 1063۔ دار الغرب الاسلامی بیروت 1982ء)

مشائخ اور اساتذہ:

محمد بن یوسف نے علم حدیث اور دیگر علوم میں درج ذیل مشائخ واساتذہ سے استفادہ کیا۔

- حافظ جلال الدین سیوطیؒ
- شیخ شہاب الدین ابو العباس احمد بن محمد بن ابو بکر قسطلانی
- شیخ شاہین بن عبد اللہ حلوتی مصری
- شجاع الدین عمر بن عبد اللہ حلوتی، جو قرافہ مصر میں مقیم تھے۔
- شیخ الاِسلام برھان الدین بن یوسف
- شیخ الاِسلام شرف الدین مناوی

(فہرس الفھارس والأثبات...۔ عبد الحي بن عبد الكبير الكتان صفحہ 1063۔ دار الغرب الاسلامی بیروت 1982ء۔ سبل الہدیٰ جلد 1 صفحہ 251،393 دار الکتب العلمیۃ)

شخصی صفات:

محمد بن یوسف کے زمانہ کے ایک عالم عبد الوہاب شعرانی (898تا973ہجری) بیان کرتے ہیں کہ:

اَلْأَخُ الصَّالِحُ، اَلْعَالِمُ الزَّاهِدُ، اَلْمُتَمَسِّكُ بِالسُّنَّةِ الْمُحَمَّدِيَةِ الشَّيْخُ مُحَمَّدُ الشَّامِي... كَانَ عَالِمًا، صَالِحًا، مُفَنِّنًا فِي الْعُلُوْمِ ...وَكَانَ عَزَبًا لَّمْ يَتَزَوَّجْ قَطُّ. وَكَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِذَا قَدِمَ عَلَيْهِ الضَّيْفُ يُعَلِّقُ الْقِدْرَ، وَيَطْبَخُ لَهُ وَكَانَ حُلْوَ الْمَنْطِقِ، مُهِيْبَ الْمَنْظَرِ، كَثِيْرَ الصِّيَامِ وَالْقِيَامِ. بِتُّ عِنْدَهُ اللَّيَالِي، فَمَا كُنْتُ أَرَاهُ يَنَامُ فِي اللَّيْلِ إِلَّا قَلِيْلًا وَّكَانَ إِذَا مَاتَ أَحَدٌ مِّنْ طَلَبَةِ الْعِلْمِ، وَخَلَّفَ أَوْلَادًا قَاصِرِيْنَ، وَلَهُ وَظَائِفُ يَذْهَبُ إِلَى الْقَاضِي، وَيَتَقَرَّرُ فِيْهَا، وَيُبَاشِرُهَا، وَيُعْطِي مَعْلُوْمَهَا لِلْاَيْتَامِ حَتّٰى يَصْلُحُوْا

لِلْمبَاشَرَةِ. وَكَانَ لَا يَقْبَلُ مِنْ مَّالِ الْوُلَاةِ وَأَعْوَانِهِمْ شَيْئًا ، وَّلَا يَأْكُلُ مِنْ طَعَامِهِمْ ....لَمْ يَزَلْ غَاضًّا طَرَفَهٗ، سَوَاءً كَانَ مَاشِيًا أَوْ جَالِسًا۔

(الطبقات الصغریٰ از عبد الوہاب شعرانی صفحہ 93-94 دار ضیاء الشام 2022ء)

شیخ محمد شامی ایک نیک بھائی، متقی اور پاکباز عالم دین تھے۔ سنت محمدیہ پر مضبوطی سے قائم رہنے والے، عالم، صالح، اور علوم میں مہارت رکھنے والے تھے۔ انہوں نے شادی نہ کی تھی۔ اگر کوئی مہمان آجاتا تو خود ہی اس کی خدمت پر کمربستہ ہو جاتے اور اس کے لئے کھانا پکاتے تھے۔ انتہائی شیریں گفتار اور باوقار شکل وصورت والے تھے۔ بہت زیادہ روزے رکھنے والے اور قیام کرنے والے تھے۔ میں نے ان کے ہاں کئی راتیں گزاریں۔ میں نے دیکھا کہ وہ رات کے وقت بہت ہی کم سوتے تھے۔ جب کوئی طالبِ علم وفات پاجاتا اور اس کے چھوٹے بچے پیچھے رہ جاتے، اور اس کے نام کچھ وظائف مقرر ہوتے، تو آپ خود قاضی کے پاس جاتے، ان وظائف کی منظوری حاصل کرتے، ان کی نگرانی خود سنبھالتے، اور ان کی مقررہ رقم یتیم بچوں کو دیتے رہتے۔ یہاں تک کہ وہ بچے خود ان امور کے سنبھالنے کے قابل ہو جاتے۔ وہ حکومتی ملازمین سے کچھ بھی قبول نہ کرتے تھے اور نہ ہی ان کا کھانا کھاتے تھے۔ وہ ہمیشہ اپنی نظر نیچی رکھتے تھے، چاہے چل رہے ہوں یا بیٹھے ہوں۔

وفات:

ان کا وصال پیر کے دن 14 شعبان 942 ہجری بمطابق 1536ء میں ہوا۔

(فہرس الفہارس والأثبات ... عبد الحي بن عبد الكبير الكتان صفحہ 1063۔ دار الغرب الاسلامی بیروت 1982ء۔ معجم المفسرین عادل نویهض جلد 2 صفحہ 657۔ مؤسس نویهض الثقافۃ 1988ء)

تصنیفات:

(1) الْآيَاتُ الْبَاهِرَةُ فِي مِعْرَاجِ سَيِّدِ أَهْلِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

(2) الْإِتْحَافُ بِتَمْيِيزِ مَا تَبِعَ فِيهِ الْبَيْضَاوِيُّ صَاحِبُ الْكَشَّافِ

(3) إِتْحَافُ الرَّاغِبِ الْوَلِيِّ فِي تَرْجَمَةِ الْأَوْزَاعِيِّ

(4) إِتْحَافُ الْأَرِيبِ بِخُلَاصَةِ الْأَعَارِيبِ

(5) تَفْضِيلُ الِاسْتِفَادَةِ مِنْ بَيَانِ كَلِمَتَي الشَّهَادَةِ

(6) الْجَامِعُ الْوَجِيزُ الْخَادِمُ لِلُغَاتِ الْقُرْآنِ الْعَزِيزِ

(7) الْجَوَاهِرُ النَّفَائِسُ فِي تَحْبِيرِ كِتَابِ الْعَرَائِسِ

(8) رَفْعُ الْقَدْرِ وَمَجْمَعُ الْفَتْوَةِ فِي شَرْحِ الصَّدْرِ وَخَاتِمِ النُّبُوَّةِ

(9)　سُبُلُ الْهُدٰی وَالرَّشَادِ فِی سِیْرَةِ خَیْرِ الْعِبَادِ وَذِکْرِ فَضَائِلِهٖ وَأَعْلَامِ نُبُوَّتِهٖ وَأَفْعَالِهٖ وَأَحْوَالِهٖ فِی الْمَبْدَإِ وَالْمَعَادِ

(10)　شَرْحُ الْآجُرُّوْمِيَّةِ

(11)　عُقُودُ الْجُمَانِ فِي مَنَاقِبِ أَبِي حَنِيفَةَ النُّعْمَانِ

(12)　عَيْنُ الْإِصَابَةِ فِي مَعْرِفَةِ الصَّحَابَةِ

(13)　اَلْفَتْحُ الرَّحْمَانِيُّ فِي شَرْحِ أَبْيَاتِ الْجُرْجَانِيِّ فِي الْكَلَامِ

(14)　اَلْفَوَائِدُ الْمَجْمُوعَةُ فِي الْأَحَادِيثِ الْمَوْضُوعَةِ

(15)　كَشْفُ اللَّبْسِ فِي رَدِّ الشَّمْسِ

(16)　مُخْتَصَرُهُ الْمُسَمَّى بِالْآيَاتِ الْبَيِّنَاتِ

(17)　مُرْشِدُ السَّالِكِ إِلَى أَلْفِيَّةِ ابْنِ مَالِكٍ

(18)　النُّكَتُ عَلَى الْأَلْفِيَّةِ

(19)　النُّكَتُ الْمُهِمَّاتُ مِنَ الْكَلَامِ عَلَى الْأَبْنَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْبَنَاتِ

(20)　وُجُوبُ فَتْحِ هَمْزَةِ "إِنَّ" وَكَسْرِهَا وَجَوَازُ الْأَمْرَيْنِ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 1 صفحہ 39-40 دار الکتب العلمیہ 1993ء)

کتاب ”سبل الہدیٰ والرشاد“ کا تعارف:

علامہ محمد بن یوسف شمس الدین شامی سبل الہدیٰ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

میں نے اس تصنیف کا نام ”سُبُلُ الْهُدٰی وَالرَّشَادِ فِیْ سِیْرَةِ خَیْرِ الْعِبَادِ وَذِکْرِ فَضَائِلِهٖ وَأَعْلَامِ نُبُوَّتِهٖ وَأَفْعَالِهٖ وَأَحْوَالِهٖ فِی الْمَبْدَإِ وَالْمَعَادِ“ رکھا ہے۔

(سبل الہدیٰ جلد 1 صفحہ 5 مقدمۃ المؤلف دار الکتب العلمیۃ)

سبل الہدیٰ والرشاد (علامہ شامی کے حوالہ سے) سیرت شامیہ کے نام سے بھی جانی جاتی ہے۔

(الاعلام خیر الدین زرکلی جلد 7 صفحہ 155 دار العلم للملایین 2002ء)

اس کتاب کو مصنف کے شاگرد محمد بن محمد بن احمد فَیْشِی مالکی نے مؤلف کے مسودات اور دیگر متعلقہ مواد سے مؤلف کی ترتیب کے مطابق مرتب کیا۔ یہ کتاب سنہ 971ھ میں مکمل ہوئی۔

(الرسالۃ المستطرفۃ محمد بن جعفر کتانی صفحہ 199 دار البشائر الاسلامیۃ 1993ء)

علامہ محمد بن یوسف شمس الدین شامی اپنی کتاب سبل الہدیٰ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

تین سو کتابوں سے انتخاب: یہ ایسی کتاب ہے جسے میں نے تین سو سے زائد کتابوں سے منتخب کر کے لکھا ہے۔

علامہ عبد الوھاب شعرانی لکھتے ہیں:مصنف نے اپنی سیرۃ النبویہ کی کتاب کو ایک ہزار کتب سے تالیف کیا۔(الطبقات الصغریٰ عبدالوھاب شعرانی صفحہ 93 دار ضیاء الشام 2022ء)

اسی طرح ایک مصنف لکھتا ہے کہ: یہ کتاب ایک ہزار ابواب پر مشتمل ہے، پوری کتاب میں پانچ ہزار پانچ سو عناوین ہیں۔(سیرت نگاری اور سیرت کی کتابیں ندیم واجدی صفحہ 105 تا 107 دار الکتاب دیوبند 2024ء)

صحیح روایات کو ترجیح دینا: میں نے اس میں صحیح کے لیے جدوجہد کی ہے۔

کتاب کا موضوع: اس (کتاب) میں میں نے ہمارے سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کے سمندروں سے چند قطرے ذکر کئے ہیں، میں نے آدمؑ کی تخلیق سے قبل آپؐ کی تخلیق، آپؐ کی نبوت کی نشانیاں، آپؐ کی خوبیاں، سیرت، اعمال، احوال، اور زندگی کے تمام پہلوؤں کا ذکر کیا ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اپنی اعلیٰ ترین جنتوں کی طرف منتقل فرمایا، اور وہاں اُن کے لیے جو نعمتیں اور عظمتیں تیار کی ہیں، ان سب کا بیان ہے۔

موضوع روایات کا ترک کرنا: میں نے اس تصنیف لطیف میں موضوع احادیث کا تذکرہ نہیں کیا۔

کتاب کی خصوصیات: میں نے ہر باب کے اختتام پر مشکل مقامات کی وضاحت کر دی ہے اور ساتھ ہی ان عمدہ نکات کو بیان کر دیا ہے جس پر وہ باب مشتمل ہے اور اس کے ساتھ ساتھ مشکل الفاظ کے اعراب اور معانی کی وضاحت بھی کر دی ہے، اور جن احادیث میں تعارض کا گمان اور وہم ہو سکتا تھا وہاں تطبیق کی صورت بھی ذکر کر دی ہے اور اگر میں ائمہ حدیث کے حوالہ سے کوئی ایسی حدیث ذکر کرتا ہوں جس کے الفاظ مختلف ہیں تو میں ان کے متفقہ الفاظ کو جمع کرتا ہوں اور اگر کوئی حدیث بخاری و مسلم کے علاوہ حدیث کی کسی اور کتاب میں مذکور ہو تو میں اس کا بھی ذکر کر دیتا ہوں کیونکہ وہ عام طور پر اس زیادتی پر مشتمل ہوتی ہے جو بخاری و مسلم میں نہیں ہوتی لہٰذا مجھ پر یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ مصنف کو بخاری و مسلم کے ذکر پر اکتفاء کرنا چاہیئے تھا۔(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 1 صفحہ 3 مقدمۃ المؤلف دار الکتب العلمیۃ)

روایاتِ سیرت کا اسلوب:

1۔امام شامی روایت سیرت کے آغاز میں جملہ مأخذ کا ذکر کرتے ہیں، نیز جس ماخذ سے الفاظ یا عبارت لاتے ہیں اس کے راوی کی وضاحت کرتے ہیں۔ مثلاً غزوہ حدیبیہ کے سفر کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

رَوٰی عَبْدُ الرَّزَّاقِ، وَالْإِمَامُ أَحْمَدُ، وَعَبْدُ بْنُ حِمِيْدٍ، وَالْبُخَارِيُّ، وَأَبُو دَاوُد، والنَّسائِيُّ، وَابْنُ جَرِيْرٍ، وَابْنُ الْمُنْذِرِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمِ بْنِ شِهَابٍ الزُّهْرِيِّ، وَابْنُ إِسْحَاق عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنِ الْمِسْوَرِ. بكسرِ الْمِيْمِ وَسُكُوْنِ السِّينِ الْمُهْمَلَةِ. ابْنِ مَخْرَمَةَ. بِفَتْحِ الْمِيْمِ وَسُكُوْنِ الْخَاءِ

الْمُعْجَمَةِ. وَمَرْوَانَ بْنِ الحَكَمِ: أَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ وَمُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ، عَنْ شُيُوخِهِ، يَزِيدُ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ: دَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتَهُ فَاغْتَسَلَ۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 33 دار الکتب العلمیۃ)

یہ حدیث عبد الرزاق، امام احمد، عبد بن حمید، بخاری، ابو داؤد، نسائی، ابن جریر، اور ابن المنذر سے مروی ہے، جو سب معمر سے، معمر محمد بن مسلم بن شہاب الزہری سے، اور ابن اسحاق الزہری سے، عروہ بن الزبیر سے، اور المسور بن مخرمہ سے نقل کرتے ہیں، اور مروان بن حکم تک پہنچتی ہے۔ یہ دونوں (المسور اور مروان) اس بات کو بیان کرتے ہیں کہ محمد بن عمر نے اپنے شیوخ سے یہ حدیث نقل کی، جس میں ان کا کہنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں داخل ہوئے اور غسل کیا۔

2۔ سیرت کی روایات کے مابین جو اختلاف ہو اُسے بیان کرتے ہیں۔ مثلاً رسول اللہؐ کے حدیبیہ میں قیام کے بارے میں لکھتے ہیں:

أَقَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِالْحُدَيْبِيَةِ تِسْعَةَ عَشَرَ يَوْمًا، وَيُقَالُ عِشْرِينَ لَيْلَةً، ذَكَرَهُ مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ، وَابْنُ سَعْدٍ. قَالَ ابْنُ عَائِذٍ: وَأَقَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي غَزْوَتِهِ هٰذِهِ شَهْرًا وَّنِصْفًا۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 57 دار الکتب العلمیۃ)

رسول اللہ ﷺ نے حُدَيْبِيَه میں انیس دن قیام فرمایا۔ کہا جاتا ہے کہ بیس راتیں قیام کیا، اسے محمد بن عُمَر اور ابن سعد نے بیان کیا ہے۔ ابن عَائِذ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے اس غزوہ میں ڈیڑھ ماہ قیام فرمایا۔

3۔ روایتِ سیرت کی کیفیت کے بیان میں جو مختلف الفاظ وارد ہوتے ہیں انہیں ذکر کرتے ہیں۔ مثلاً غزوہ خندق کے بعد نبی ﷺ واپس آئے، غسل کیا، ظہر کی نماز ادا کی، ایک آدمی نے سلام کہا۔ آپؐ اس کی طرف اٹھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ وہ دحیہ کلبی تھے۔ ان کی کیفیت کے بیان میں امام شامی مختلف روایات کو جمع کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ:...وَهُوَ يَنْفُضُ الْغُبَارَ عَنْ وَجْهِهِ، وَهُوَ مُعْتَمٌّ، وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقٍ: مُعْتَجِرٌ بِعِمَامَةٍ، قَالَ الْمَاجِشُونَ... سَوْدَاءَ مِنْ إِسْتَبْرَقٍ، مُرْخٍ مِنْ عِمَامَتِهِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ، عَلٰى بَغْلَةٍ شَهْبَاءَ۔ وَفِي لَفْظٍ: فَرَسٍ عَلَيْهَا رَحَالَةٌ وَعَلَيْهَا قَطِيفَةٌ مِنْ دِيبَاجٍ. قَالَ الْمَاجِشُونُ: أَحْمَرُ۔ عَلٰى ثَنَايَاهُ أَثَرُ الْغُبَارِ وَفِي رِوَايَةٍ: قَدْ عَصَّبَ رَأْسَهُ الْغُبَارُ، عَلَيْهِ لَأْمَتُهُ۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 3 دار الکتب العلمیۃ)

ترجمہ: محمد بن عمر کہتے ہیں کہ وہ (دحیہ کلبی) اپنے چہرے سے غبار جھاڑ رہے تھے اور عمامہ باندھے ہوئے تھے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ وہ عمامہ لئے ہوئے تھے۔ماجشون کہتے ہیں کہ وہ (عمامہ) سیاہ تھا اور ریشم کا تھا، جو وہ اپنے کندھوں کے درمیان لٹکائے ہوئے تھے۔ سیاہی مائل سفید خچر پر (سوار) تھے۔ دوسری روایت ہے گھوڑے پر سوار تھے، جس پر زین اور ریشمی چادر تھی۔ ماجشون کہتے ہیں کہ (گھوڑے کا رنگ) سرخ تھا۔ (سلام کہنے والے کے) دانتوں پر غبار کا نشان تھا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس کا سر غبار سے اٹا ہوا تھا اور اس پر ہتھیار تھے۔

4۔ ائمہ حدیث نے جہاں روایات سیرت کو اختصار یا تفصیل سے بیان کیا ہے، اس کو واضح کرتے ہیں مثلاً

رَوَى الْبَزَّارُ بِسَنَدٍ رِجَالُهُ ثِقَاتٌ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ. رَضِيَ اللهُ عَنْهُ. مُخْتَصِرًا۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 38 دارالکتب العلمیۃ)

ترجمہ: بَزَّار نے ایک صحیح سند کے ساتھ روایت کی ہے جس کے رجال ثقہ ہیں، یہ حدیث ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مختصر طور پر مروی ہے۔

وَرَوَى مُسْلِمٌ عَنْ جَابِرٍ مُخْتَصِرًا (سبل الہدیٰ جلد 5 صفحہ 39 دارالکتب العلمیۃ)

ترجمہ: مسلم نے جابر رضی اللہ عنہ سے مختصر طور پر روایت کی ہے۔

رَوَى الْإِمَامُ أَحْمَدُ وَالشَّيْخَانِ. مُخْتَصِرًا. وَالْبَيْهَقِيُّ وَالْحَاكِمُ فِي صَحِيحِهِ مُطَوَّلًا عَنْ عَائِشَةَ.

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 3 دارالکتب العلمیۃ)

ترجمہ: امام احمد، دونوں شیخان (یعنی بخاری اور مسلم) نے مختصر طور پر، اور بیہقی اور حاکم نے اپنی صحیح کتابوں میں طویل طور پر حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے۔

5۔ سیرت کی روایات کے ضمن میں آیات کا شان نزول بھی بیان کرتے ہیں۔

عبد اللہ بن مُغَفَّل کا بیان ہے کہ ہم حُدَیْبِیَہ کے مقام پر بیٹھے ہوئے تھے کہ تیس نوجوانوں کا گروہ ہتھیار اٹھائے ہمارے سامنے آیا۔ رسول اللہؐ نے ان کے خلاف دعا کی، اور ہم نے ان پر قابو پالیا۔ آپ ﷺ نے انہیں کہا، کیا تم کسی کے عہد وامان میں ہو؟ انہوں نے عرض کیا نہیں، پس آپ نے انہیں چھوڑ دیا، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۔ (الفتح: 25)

(سبل الہدیٰ جلد 5 صفحہ 54 دارالکتب العلمیۃ)

ترجمہ: اور وہی ہے جس نے اُن کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ اُن سے وادیٔ مکہ میں روک دیئے تھے، بعد اس کے کہ اس نے تمہیں ان پر کامیابی عطا کی۔

نوٹ: اس آیت کے ایک سے زائد شان نزول ملتے ہیں اس حوالہ سے ابن تیمیہ بیان کرتے ہیں: ایک آیت یا

سورت دو بار یا اس سے زیادہ بار نازل ہو سکتی ہے۔ پس جو متعدد اسبابِ نزول بیان کیے جاتے ہیں، وہ سب درست ہو سکتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی ایسا واقعہ پیش آتا جو اس آیت کے مفہوم سے مناسبت رکھتا، تو جبرئیلؑ نازل ہو کر وہ آیت نبی ﷺ پر دوبارہ تلاوت کرتے تا کہ نبی ﷺ کو یہ بتائیں کہ یہ آیت اس نئے واقعہ کا بھی جواب ہے، حالانکہ نبیؐ اس آیت کو پہلے سے حفظ فرما چکے ہوتے۔ (مجموع الفتاوی لابن تیمیہ جلد 10 صفحہ 92 دار الکتب العلمیہ)

6۔ روایات سیرت کو تحقیقی انداز میں بیان کرتے ہیں۔ مثلاً

وَفِي صَحِيحِ الْبُخَارِي عَنْ نَافِعٍ قَالَ: أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَسْلَمَ قَبْلَ أَبِيهِ وَلَيْسَ كَذٰلِكَ وَلٰكِنْ عُمَرُ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ أَرْسَلَ عَبْدَ اللهِ إِلَى فَرَسٍ لَهُ عِنْدَ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ يَأْتِي بِهِ لِيُقَاتِلَ عَلَيْهِ وَرَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُبَايِعُ عِنْدَ الشَّجَرَةِ وَعُمَرُ لَا يَدْرِي بِذٰلِكَ فَبَايَعَهُ عَبْدُ اللهِ ثُمَّ ذَهَبَ إِلَى الْفَرَسِ فَجَاءَ بِهِ إِلَى عُمَرَ وَعُمَرُ يَسْتَلْئِمُ لِلْقِتَالِ فَأَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يُبَايِعُ تَحْتَ الشَّجَرَةِ قَالَ فَانْطَلَقَ فَذَهَبَ مَعَهُ حَتّٰى بَايَعَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فَهِيَ الَّتِي يَتَحَدَّثُ النَّاسُ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَسْلَمَ قَبْلَ عُمَرَ۔ (سبل الہدیٰ جلد 5 صفحہ 49 دار الکتب العلمیۃ)

ترجمہ: صحیح بخاری میں حضرت نافع سے مروی ہے کہ ابن عمرؓ نے اپنے باپ سے پہلے اسلام قبول کیا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ حضرت عمر نے حدیبیہ کے دن عبد اللہ (ابن عمر) کو انصاری آدمی کے پاس سے اپنا گھوڑا لانے کے لئے بھیجا تا کہ وہ اس پر جہاد کریں۔ جب کہ رسول اللہ ﷺ ایک درخت کے نیچے بیعت لے رہے تھے۔ عمرؓ کو (رسول اللہؐ کے بیعت لینے) کے متعلق علم نہ تھا۔ پس حضرت عبد اللہ (ابن عمر) نے بیعت کی۔ پھر گھوڑا لے کر حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے تو آپ زرہ پہن رہے تھے۔ ان کو خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ تو درخت کے نیچے بیعت لے رہے ہیں۔ آپ ان کے ساتھ چلے اور بیعت کی۔ اصل میں یہ واقعہ ہے جس کے متعلق لوگ کہنے لگے کہ ابن عمرؓ نے اپنے باپ سے پہلے اسلام قبول کیا۔

7۔ کتب سیر و احادیث سے غیر مربوط روایات سیرت کو مربوط انداز میں واقعہ کی صورت میں نقل کرتے ہیں۔ مثلا: غزوہ بنوقُرَیْظَہ کے بیان میں ابن عُقْبَہ کے حوالے سے حدیث نقل کی کہ رسول اللہ ﷺ نے یہود کو اپنے فیصلے میں ثالث مقرر کرنے پر اختیار دیا۔ انہوں نے حضرت سعد بن معاذؓ کو اپنا حَکَم تسلیم کیا۔ جب وہ آئے تو صحیحین کے حوالے سے لکھا ہے رسول اللہؐ نے فرمایا: قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ (اپنے سردار (کے استقبال) کیلئے کھڑے ہو جاؤ۔
(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 10 دار الکتب العلمیۃ)

پھر امام احمد کے حوالے سے لکھا ہے:

وَكَانَ رِجَالٌ مِّنْ بَنِي عَبْدِ الْأَشْهَلِ يَقُوْلُوْنَ: قُمْنَا لَهُ عَلٰى أَرْجُلِنَا صَفَّيْنِ۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 11 دار الکتب العلمیۃ)

ترجمہ: بنو عبد الاشہل کے افراد کہتے تھے کہ ہم حضرت سعدؓ کے لئے دو صفیں بنا کر کھڑے ہو گئے۔

پھر ابن عَائِذ کے حوالے سے لکھا ہے: فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :اُحْكُمْ فِيْهِمْ يَا سَعْدُ۔(سبل الہدیٰ والرشاد جلد5 صفحہ 11 دارالکتب العلمیہ) ترجمہ: رسول اللہؐ نے فرمایا: اے سعد! ان کے متعلق فیصلہ کرو۔

پھر ابن اسحاق کے حوالے سے لکھا ہے:

اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ۔ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ قَالَ فِيْ حُكْمِ سَعْدٍ: بِذٰلِكَ طَرَقَنِي الْمَلَكُ سَحَرًا۔
(سبل الہدیٰ والرشاد جلد5 صفحہ 11 دارالکتب العلمیہ)

ترجمہ: رسول اللہؐ نے حضرت سعدؓ کے فیصلہ کے متعلق فرمایا کہ سحری کے وقت فرشتے نے مجھے اسی فیصلے کے متعلق بتایا تھا۔

8۔ مسئلے کی وضاحت کے لئے ائمہ و علماء کے اقوال سے استفادہ کرتے ہیں۔ مثلاً: حضورؐ کے مختون پیدا ہونے کے بیان کے ضمن میں علامہ ابن دُرَیْد، ابن جوزی اور سیوطیؒ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ سترہ انبیاء مختون پیدا ہوئے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد1 صفحہ 348 دارالکتب العلمیہ)

9۔ روایت سیرت میں اقوال مختلفہ بیان کرنے کے بعد اپنے نزدیک ترجیحی قول کی وضاحت کرتے ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے مختون پیدا کیا گیا۔ اس حدیث کے بعد علامہ خطیب بغدادی کی روایت نقل کرتے ہیں کہ شق صدر کے وقت جبریلؑ نے آپ ﷺ کا ختنہ کیا۔ تیسرا قول امام ذہبی کا نقل کیا کہ اہل عرب کی عادت کے مطابق آپؐ کے دادا نے آپؐ کا ختنہ کیا۔ آخر میں حافظ قطب الدین کے حوالے سے پہلے قول کو ترجیح دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَأَرْجَحُهَا عِنْدِي الْأَوَّلُ۔ وَأَدِلَّتُهُ مَعَ ضُعْفِهَا أَمْثَلُ مِنْ أَدِلَّةِ غَيْرِهِ۔

ترجمہ: میرے نزدیک قول اول راجح ہے۔ اس کے دلائل اپنے ضعف کے باوجود دیگر دلائل سے واضح ہیں۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد1 صفحہ 347 دارالکتب العلمیہ)

10۔ روایات سیرت کی تائید میں صحابہ یا کبار علماء کے اشعار کا دلیل کے طور پر ذکر کرتے ہیں۔

غزوہ حنین اور طائف کے بیان میں حضرت بُجَیْر بن زہیر کے نو اور کعب بن مالک رضی اللہ تعالی عنہما کے تیئس اشعار کا ذکر کیا ہے۔(سبل الہدیٰ والرشاد جلد5 صفحہ 407-408 دارالکتب العلمیہ)

فقہی مسائل کے بیان کا اسلوب:

1۔ فقہی مسئلے سے متعلق اگر مختلف احادیث وارد ہوں تو انہیں بیان کرتے ہیں۔ مثلاً وتروں کے متعلق بیان

کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ایک رکعت وتر ادا کی۔اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وسَلَّمَ اَوْتَرَ بِرَکْعَۃٍ۔
(سبل الہدیٰ والرشاد جلد8 صفحہ266 دار الکتب العلمیۃ)

اس کے بعد دوسری حدیث نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تین رکعات وتر ادا کرتے تھے۔اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ علیہ وسَلَّمَ کَانَ یُوْتِرُ بِثَلَاثٍ۔(سبل الہدیٰ والرشاد جلد8 صفحہ266 دار الکتب العلمیۃ)

2۔ فقہی مسائل میں اپنی ترجیح پر فقہی عنوان قائم کرتے ہیں اور قول مخالف پر جرح کرتے ہیں۔ مثلاً

اَلرَّابِعُ: فِی قُنُوْتِہ۔ صلی اللہ علیہ وسلّم۔ فِی الْوَتْرِ بَعْدَ الرُّکُوْعِ۔

چوتھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وتر میں رکوع کے بعد قنوت پڑھنے کے بیان میں۔ اس باب کو باندھ کر اپنا مؤقف بیان کیا ہے۔

اس باب کے تحت امام بیہقی سے نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ وتروں میں رکوع سے پہلے قنوت کرتے تھے۔
(سبل الہدیٰ والرشاد جلد8 صفحہ269 دار الکتب العلمیۃ)

حدیث کے راویوں اور جگہوں کے متعلق اسلوب بیان:

1۔ حدیث کے راویوں اور جگہوں کا تلفظ واضح کرتے ہیں۔ مثلاً:

عَنِ الصَّنَابِحِیِّ مُرْسَلًا -وَھُوَ بِضَمِّ الصَّادِ الْمُھْمَلَۃِ، وَفَتْحِ النُّوْنِ، وَ کَسْرِ الْمُوَحَّدَۃِ۔

ترجمہ: صَنَابِحِی سے مرسل روایت ہے—اور 'صَنَابِحِی' صاد پر پیش، نون پر زبر، باء اور حاء پر زیر کے ساتھ ہے۔

اَلْحُدَیْبِیَۃُ: بِحَاءٍ مُھْمَلَۃٍ مَضْمُوْمَۃٍ، فَدَالٌ مُھْمَلَۃٌ مَفْتُوْحَۃٌ فَمُوَحِدَۃٌ مَکْسُوْرَۃٌ فَتَحْتِیَۃٌ مَفْتُوْحَۃ۔
(سبل الہدیٰ جلد5 صفحہ 269 دار الکتب العلمیۃ)

ترجمہ: حُدَیْبِیَہ: 'ح' کے ساتھ جو کہ مہمل (یعنی نقطے کے بغیر) اور مضموم ہے، پھر 'د' جو مہمل اور مفتوح ہے، پھر 'ب'، جو مکسور ہے، پھر 'ی' جو مفتوح ہے۔

2۔ حدیث کے راویوں کے تعارف میں ان کا شجرہ نسب بھی بیان کرتے ہیں۔ مثلاً زمانہ جاہلیت میں جن کا نام محمد تھا ان کے ذکر میں ان کا شجرہ نسب بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً

قَالَ عَبْدَانُ بْنُ عُثْمَانَ الْحَافِظُ رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ: بَلَغَنِی اَنَّہٗ أَوَّلَ مَنْ سُمِّیَ بِذٰلِکَ مُحَمَّدُ بْنُ أُسَامَۃَ بْنِ مَالِکِ بْنِ حَبِیبِ بْنِ الْعَنْبَرِ۔

(سبل الہدیٰ جلد1 صفحہ410 دار الکتب العلمیۃ)

ترجمہ: حافظ عبدان بن عثمان رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ سب سے پہلا شخص جسے اس

نام سے پکارا گیا۔(وہ) محمد بن اسامہ بن مالک بن حبیب بن عنبر تھا۔

3۔اسماء کا مختصر تاریخی پس منظر بھی بیان کرتے ہیں۔ مثلاً:

کِسْرٰی بِفَتْحِ الْکَافِ وَ کَسْرِھَا : اِسْمُ مَلِكِ الْفُرِسِ ۔ وَالَّذِی وُلِدَ النَّبِیﷺ فِی زَمَانِہٖ: أَنُوشِرْوَانُ بْنُ قَبَاذُبْنُ فَیْرُوزُ بْنُ یَزْدَجِرْد۔(سبل الہدیٰ والرشاد جلد1 صفحہ356 دار الکتب العلمیۃ)

ترجمہ: کِسْرٰی کاف کی زبر اور زیر دونوں کے ساتھ (آتا ہے) فارس کے بادشاہ کا لقب ہے۔ اور وہ بادشاہ جس کے زمانے میں نبی ﷺ پیدا ہوئے، (اس کا نام) نوشیروان بن قباذ بن فیروز بن یزدجر تھا۔

4۔قبائل کے ناموں کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہیں۔ مثلاً:

قُرَیْظَۃُ بِضَمِّ الْقَافِ وَفَتْحِ الرَّاءِ وَسُکُوْنِ التَّحْتِیَۃِ وَبِالظَّاءِ الْمُعْجَمَۃِ فَتَاءُ تَأْنِیْثٍ، قَالَ السَّمْعَانِی ھُوَ اِسْمُ رَجُلٍ نَزَلَ أَوْلَادَہُ قَلْعَۃً حَصِیْنَۃً بِقُرْبِ الْمَدِیْنَۃِ فَنُسِبَتْ إِلَیْھِمْ.وَ قُرَیْظَۃُ وَالنَّضِیْرُ اِخْوَانُ مِنْ أَوْلَادِ ھَارُوْنَ. عَلَیْہِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ ۔(سبل الہدیٰ جلد5 صفحہ18 دار الکتب العلمیۃ)

ترجمہ: قُرَیْظَہ قاف پر پیش، راء پر زبر، یاء ساکن، ظ معجمہ (یعنی نقطے والی)، اور آخر میں تاءِ تانیث ہے۔ سمعانی کہتے ہیں کہ یہ ایک شخص کا نام ہے، جس نے اپنی اولاد کو مدینہ کے قریب ایک مضبوط قلعہ میں آباد کیا، چنانچہ انہیں اسی کی طرف منسوب کیا گیا۔قُرَیْظَہ اور نَضِیْر دونوں ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے بھائی ہیں۔

5۔اماکن (جگہوں) کا محل وقوع بھی بیان کرتے ہیں۔ مثلاً:

سَاوَۃُ مَدِیْنَۃٌ بَیْنَ الرَّیِّ وَھَمَذَانَ.اَلسَّمَاوَۃُ بِسِیْنٍ مُھْمَلَۃٍ مَفْتُوحَۃٍ فَمِیْمٍ مُخَفَّفَۃٍ: بَادِیَۃٌ لِبَنِی کَلْبٍ عِنْدَ الْکُوفَۃِ ۔(سبل الہدیٰ جلد1 صفحہ358 دار الکتب العلمیۃ)

ترجمہ:سَاوَہ ایک شہر ہے۔ جو رَیّ اور ھَمَذَان کے درمیان واقع ہے۔اور سَمَاوَہ بنو کلب کا ایک دیہاتی علاقہ ہے جو کوفہ کے قریب واقع ہے۔

6۔معنوی وضاحت میں آیات سے استدلال کرتے ہیں۔

اَلْأَحْسَنُ:وَھُوَ أَفْعَلُ:مِنَ الْحُسْنِ،...وَالْمُرَادُ بِہٖ:الْمُسْتَجْمَعُ صِفَاتُ الْکَمَالِ.قَالَ تَعَالیٰ: وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَی اللّٰہِ وَھُوَ مُحْسِنٌ ۔

(سبل الہدیٰ جلد1 صفحہ423 دار الکتب العلمیۃ)

ترجمہ: اَلْأَحْسَنُ یہ اَفْعَل کا صیغہ ہے، جو ''حسن'' سے ماخوذ ہے۔اس سے مراد وہ ہے جو کمال کی تمام صفات کا جامع

ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور بات کہنے میں اس سے بہتر کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک اعمال بجالائے۔

7۔ معنوی وضاحت میں ائمہ و علماء کے اقوال سے استفادہ کرتے ہیں۔ مثلا:

وَقَالَ الشَّيْخُ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى: أُحَاد فِي الْعَرَبِيَّة بِضَمِّ الْهَمْزَةِ: اِسْمُ عَدَدٍ مَعْدُوْل عَنْ وَاحِدٍ وَاحِدٍ۔ (سبل الہدیٰ جلد 1 صفحہ 423 دار الکتب العلمیۃ)

ترجمہ: اور شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: اُحَاد عربی زبان میں ہمزہ کی ضمّہ (پیش) کے ساتھ ہے۔ اُحَاد ایک ایسا عددی اسم ہے جو وَاحِد وَاحِد سے بدلا ہوا ہے۔

8۔ معنوی وضاحت میں لغت اور کتب مختلفہ سے استشہاد کرتے ہیں۔ مثلاً:

قَالَ الزُّجَاجُ: اَلصَّالِحُ الَّذِي يُؤَدِّي إِلَى اللهِ مَا افْتَرَضَهُ عَلَيْهِ وَإِلَى النَّاسِ حُقُوْقَهُمْ. وَقَالَ فِي الْمُطَالع: اَلصَّالِحُ الْقَيِّمِ بِمَا يَلْزَمُهُ مِنَ الْحُقُوْقِ۔ (سبل الہدیٰ جلد 1 صفحہ 481 دار الکتب العلمیۃ)

ترجمہ: زُجَاج نے کہا: صالح وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کے وہ فرائض ادا کرے جو اس پر لازم کیے گئے ہیں، اور لوگوں کے حقوق بھی انہیں ادا کرے۔ اور الْمُطَالِع میں ہے کہ صالح وہ ہے جو اپنے ذمے واجب حقوق کی ادائیگی میں قائم (یعنی ثابت قدم) ہو۔

مخطوطہ جات:

مخطوطہ کو انگریزی میں (Manuscript) کہتے ہیں۔ مخطوطہ کے معنی ہیں قلمی نسخہ، دستاویز یا غیر مطبوعہ قلمی کتاب۔
(اصنافِ نظم و نثر از ڈاکٹر محمد خاں و ڈاکٹر اشفاق احمد ورک۔ صفحہ 189 الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب)

سبل الہدیٰ کے درج ذیل مخطوطہ جات کا ذکر ملتا ہے۔

(1) مکتبہ متوکلیہ یمنیہ صنعاء۔ یہ چار اجزاء پر مشتمل ہے اور کتاب کا اول سے آخر تک مکمل نسخہ ہے۔

(2) معہد المخطوطات العربیہ قاھرہ۔ یہاں فقط کتاب کا چوتھا یعنی آخری جزء موجود ہے۔

(3) دار الکتب المصریہ، مکتبہ مصطفیٰ فاضل۔ یہ مخطوطہ تیسرے اور چوتھے جزء پر مشتمل ہے۔

(4) دار الکتب المصریہ، مکتبہ تیموریہ

(5) دار الکتب المصریہ، مکتبہ طلعت۔ یہ نسخہ پہلے تین اجزاء پر مشتمل ہے۔

(6) دار الکتب المصریہ۔ یہ نسخہ متفرق اجزاء پر مشتمل ہے۔

(7) دار الکتب المصریہ۔ یہ مخطوطہ بھی متفرق اجزاء پر مشتمل ہے۔ (سبل الہدیٰ جلد 1 صفحہ 40-41 دار الکتب العلمیۃ)

اشاعت سیرت شامیہ:

اس کتاب کے متعدد عربی ایڈیشن شائع ہوئے ہیں۔عالم عرب سے اس کا محقق نسخہ تیرہ جلدوں میں شائع ہوا ہے، صفحات کی تعداد پانچ ہزار سات سوستاون ہے، ازہر کے ایک فاضل عبد المعز عبد الحمید جزار کی تحقیق کے ساتھ یہ کتاب باب قاہرہ سے1439ھ / 2018ءکو شائع ہوئی ہے۔

دار الکتب العلمیہ بیروت نے بارہ جلدوں میں اس کی طباعت کا اہتمام کیاہے،اس نسخے پر شیخ عادل احمد عبد الموجود اور شیخ علی محمد معوض کی تحقیق اور تعلیق ہے۔یہ دارالکتب العلمیۃ بیروت سے 1414ھ / 1993ء میں شائع ہوئی۔ اس ایڈیشن کے6415صفحات ہیں۔

قاہرہ میں ”الْمَجْلِسُ الْأَعْلٰى لِلشُّؤُوْنِ الْإِسْلَامِيَّةِ“ نے بھی اس کی اشاعت کا آغاز کیا تھا، جس کی تحقیق ڈاکٹر مصطفیٰ عبد الواحد نے کی،اور اس کی پہلی جلد1392ھ / 1972ء میں شائع ہوئی تھی۔

(مصادر السیرۃ النبویۃ دکتور فاروق حمادۃ صفحہ166 دارالقلم دمشق2003ء۔ سبل الہدیٰ جلد13 ٹائیٹل پیج تحقیق عبد المعز عبد الحمید جزار قاہرہ2018ء۔سیرت نگاری اور سیرت کی کتابیں ندیم واجدی صفحہ105،106دارالکتاب دیوبند2024ء)

سبل الہدیٰ کے اردو تراجم:

سبل الہدیٰ کے دو اردو تراجم شائع ہو چکے ہیں۔دونوں تراجم 12 جلدوں پر مشتمل ہیں۔

ایک اردو ترجمہ مکتبہ زاویہ نے شائع کیا۔جو کہ2012ء میں شائع ہوا۔ پروفیسر ذوالفقار علی ساقی صاحب نے یہ ترجمہ کیا۔اس ایڈیشن کے 5759 صفحات ہیں۔

(سبل الہدیٰ والرشاد مترجم جلد1 ٹائیٹل مکتبہ زاویہ پبلشرز)

دوسرا اردو ترجمہ مکتبہ رحمانیہ نے شائع کیا۔اس کے دیباچہ میں ذکر ہے کہ یہ ترجمہ مذکورہ بالا ترجمہ کے بعد شائع ہوا۔عبید الرحمٰن صاحب نے یہ ترجمہ کیا۔یہ ترجمہ خضر جاوید پرنٹرز لاہور سے شائع ہوا۔اوراس ترجمہ کی نظر ثانی محمد سجاد صاحب نے کی ہے۔ اس ایڈیشن کے5495صفحات ہیں۔(سبل الہدیٰ والرشاد مترجم جلد1 صفحہ4-5 مکتبہ رحمانیہ)

سیرت شامی اور دیگر سیرت کی کتابوں کا تقابلی جائزہ:

مجلدات اور مشمولات کے لحاظ سے سیرت شامیہ اِمْتَاعُ الْاَسْمَاع کے علاوہ جملہ کتب السیرۃ النبویہ لابن ہشام، دلائل النبوہ، زَادُ الْمَعَاد، السیرۃ النبویہ لابن کثیر ، السیرۃ الحلبیہ اور شرح علامہ زرقانی سے ضخیم اور بسیط ہے۔

علامہ شامی علیہ الرحمہ سے پہلے سیرت النبی کے موضوع پر جو کتب تحریر کی گئیں، سیرت شامیہ ان جملہ کتب سیرت کا تقریباً احاطہ کرتی ہے۔ گویا یہ سیرت کا انسائیکلوپیڈیا ہے، جس میں سیرت نبوی کے عمومی و خصوصی تقریباً جملہ پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہے۔

بعض کتب مضامین کے تنوع کے اعتبار سے قابل ذکر تو ہوتی ہیں مگر تفصیل کی حامل نہیں ہوتیں۔ لیکن سیرت شامیہ میں یہ دونوں خصوصیات موجود ہیں۔ سیرت شامیہ کی انہیں خصوصیات کو شاہ عبد العزیز دہلوی نے ابو سالم عیاشی کے حوالے سے یوں نقل کیا ہے:

السِّيرَةُ الشَّامِيَّةُ الَّتِي هِيَ أَجْمَعُ وَأَفْيَدُ مَا أَلَّفَهُ الْمُتَأَخِّرُونَ فِي السِّيرَةِ النَّبَوِيَّةِ وَالْأَحْوَالِ الْمُصْطَفَوِيَّةِ۔

متاخرین نے رسول اللہ ﷺ کی سیرت اور حالات میں جو کتابیں لکھی ہیں سیرت شامیہ اُن میں سب سے جامع اور سب سے مفید کتاب ہے۔

یہ سیرت کا دائرۃ المعارف ہے۔(فوائد جامعہ بر عجالہ نافعہ صفحہ 152 نور محمد، کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی)

سیرت حلبیہ، سبل الہدیٰ والرشاد کا خلاصہ:

علی بن برہان الدین حلبی کی مشہور کتاب سیرت حلبیہ بنیادی طور پر عیون الاثر اور سبل الہدیٰ والرشاد کا خلاصہ ہے۔(سیرت الحلبیہ جلد 1 صفحہ 2-3 دار الکتب العلمیۃ۔ فرہنگ سیرت صفحہ 104)

سبل الہدیٰ والرشاد کے موضوعات:

یہ کتاب فہرستوں کے علاوہ بارہ جلدوں پر مشتمل ہے اور فہرستوں کو ملا کر چودہ جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کے موضوعات کا تذکرہ یوں ہے۔

جلد نمبر 1 کے موضوعات:

آپؐ کی ولادت سے پہلے کے واقعات، شہر مکہ کے فضائل، آپؐ کا نسب، ولادت مبارکہ، رضاعت، اسماء النبیؐ

جلد نمبر 2 کے موضوعات:

صفات جسد رسولؐ، ولادت سے بعثت تک کے واقعات، بعثت سے متعلقہ واقعات، بعثت سے سفر طائف تک کے واقعات

جلد نمبر 3 کے موضوعات:

معراج النبیؐ، انصار میں اسلام کی ابتداء، ہجرت مدینہ، فضائل مدینہ، 1 ہجری تا 02 ہجری کے بعض واقعات،

آنحضرتؐ اور یہود و منافقین کے مابین بعض امور

جلد نمبر 4 کے موضوعات:

غزوات النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ غزوہ ابواء / ودّان سے غزوہ خندق تک

جلد نمبر 5 کے موضوعات:

غزوات النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ غزوہ بنو قُرَیْظَہ سے تبوک تک

جلد نمبر 6 کے موضوعات:

سرایا، بارگاہ نبویؐ کے وفود

جلد نمبر 7 کے موضوعات:

آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی معنوی صفات، آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے تکلم کے انداز و اطوار، استئذان، سلام، مصافحہ، قیام وجلوس اور چلنے پھرنے کے آداب، کھانے کے آداب اور ماکولات کا ذکر، پینے کے آداب، مشروبات اور برتنوں کا ذکر آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے سونے اور جاگنے کا ذکر، آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے خوابوں کا بیان، آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے لباس اور ملبوسات کا بیان، قبر نبویؐ کا بیان، آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی طبعی عادات کریمہ، گھریلو ساز و سامان، آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے آلات حرب، آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی سواریوں کا ذکر، آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے جانوروں کا ذکر، سفر کے آداب

جلد نمبر 8 کے موضوعات:

طہارت نماز، فرض نمازیں اور متعلقات، سجدہ سہو، تلاوت وغیرہ، نماز جمعہ اور اس کے متعلقات، نماز سفر، نماز خوف، نفلی نماز، صلاۃ اللیل۔ نماز چاشت کا بیان، نماز عیدین، چاند گرہن اور سورج گرہن کی نماز، نماز استسقاء، نماز جنازہ، عیادت مریض اور اموات کا ذکر، صدقہ کا ذکر، روزے اور اعتکاف کا بیان، آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے حج اور عمرہ کا بیان، آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی قرأت قرآن کا بیان، آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے اذکار ودعوات کا بیان

جلد نمبر 9 کے موضوعات:

آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے لوگوں کے ساتھ معاملات۔ ہدایا(تحائف) کی قبولیت اور عنایات، نکاح، طلاق، ایلاء اور متعلقات، شکار اور جانوروں کے ذبیحہ کے مسائل، قسموں اور منتوں کا بیان، جہاد اور اس کے متعلقات، آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی بعض روایات و فتاوی کا ذکر، آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے احکامات، فیصلے، فتاویٰ اور اشعار، آنحضرتؐ کے متعلق متفرق امور کا بیان، معجزات کا بیان

جلد نمبر 10 کے موضوعات:

معجزات، بعض صحابہ کا ملائکہ اور جنات کا دیکھنا اور ان کا کلام سننا، آنحضرتؐ کا ظہور واقعات سے پہلے خبر دینا، آنحضرتؐ کی خبر کے مطابق واقعات کا ظہور پذیر ہو، آنحضرتؐ کی خبر کے مطابق فتنوں اور جنگوں کا ظہور پذیر ہونا، آنحضرتؐ کی دعا کا مختلف افراد کے حق میں قبول ہونا، آنحضرتؐ کی بد دعا کا مختلف افراد کے حق میں قبول ہونا، آنحضرتؐ کے دم اور دعا کے اثرات کا ظہور، علامات و آثار جو صحابہ کرام نے عہد رسولؐ میں خواب میں دیکھے، صحابہ و تابعین کے آثار و کرامات معجزات نبوی میں سے ہیں، آنحضرتؐ کی عصمت، آنحضرتؐ کا دیگر فضائل انبیاء سے موازنہ، خصائص مصطفیؐ۔

جلد نمبر 11 کے موضوعات:

فضائل آل رسولؐ واہل بیت، آنحضرتؐ کے عزیز و اقارب کے مناقب و فضائل، عہد رسالت میں قاضی، فقیہ، مفتی، وزراء امراء اور عمال صحابہ کا تذکرہ، ازواج مطہرات کا بیان، عشرہ مبشرہ، رسول اللہؐ کے خطوط اور قاصدین کا تذکرہ، رسول اللہؐ کے کاتبین، عہد رسالت کے خطباء شعراء اور آپؐ کے محافظوں وغیرہ کا بیان، آنحضرتؐ کے نام، باندیوں اور خدام کا بیان، آپؐ کے زیر استعمال گھوڑے، خچر اور گدھے کا ذکر، آنحضرتؐ کے مخلوق پر حقوق کا بیان، عصمت مصطفیؐ، آنحضرتؐ سے سہو ونسیان کا صدور ہے یا نہیں؟

جلد نمبر 12 کے موضوعات:

آنحضرتؐ کی دنیوی خصوصیات اور عوارض بشریہ کا لاحق ہونا، انبیاء کرام علیہم السلام پر سب و شتم کرنے والے کا حکم، سن ہجری کے مطابق مدینہ منورہ میں ہونے والے بعض واقعات، دم اور تعویذ وغیرہ کا بیان، طب نبوی، رسول اللہؐ کے ایام مرض اور آپ کی وفات، آنحضرتؐ کی تجہیز و تکفین، تدفین، قبر مبارک، حیات فی القبر اور بعد از وفات اعمال، امت کا پیش کیا جانا وغیرہ، بعد از وصال آنحضرتؐ کی بارگاہ عالی میں حاضری، توسل، درود و سلام اور اس کے فضائل، یوم قیامت آنحضرتؐ کی فضیلت وشان

جلد نمبر 13 اور 14 پہلی بارہ جلدوں کے عناوین کی فہرستوں پر مشتمل ہے۔

سبل الہدیٰ کے بارے میں علماء کے تاثرات:

علامہ عبد الوہاب شعرانی بیان کرتے ہیں:

وَأَلَّفَ السِّيرَةَ النَّبَوِيَّةَ الْمَشْهُورَةَ الَّتِي جَمَعَهَا مِنْ أَلْفِ كِتَابٍ، وَأَقْبَلَ النَّاسُ عَلَى كِتَابَتِهَا،

وَمَشَی فِیْهَا عَلَی أُنْمُوْذَجٍ لَمْ یُسْبَقْ إِلَیْهِ۔

(الطبقات الصغریٰ عبد الوھاب شعرانی صفحہ 93 دار ضیاء الشام 2022ء)

مصنف نے اپنی سیرۃ النبویہ کی کتاب کو ایک ہزار کتب سے تالیف کیا۔ لوگوں نے اس کی کتابت کی طرف خصوصی توجہ کی۔ مصنف نے اس کتاب میں ایسا اسلوب اختیار کیا ہے جو پہلے کہیں نظر نہیں آتا۔

محمد بن جعفر کتانی(1858 -1927ء) لکھتے ہیں:

رَأَیْتُ اَجْزَاءً مِّنْهَا وَهِیَ مِنْ اَحْسَنِ كُتُبِ الْمُتَأَخِّرِیْنَ فِی السِّیْرَةِ النَّبْوِیَةِ وَاَبْسَطُهَا ،اِنْتَخَبَهَا مِنْ اَكْثَرِ مِنْ ثَلَاثِمِائَةِ كِتَابٍ وَ تَحَرّٰی فِیْهَا صَوَابٌ۔

(الرسالۃ المستطرفۃ محمد بن جعفر کتانی صفحہ 199 دار البشائر الاسلامیۃ 1993ء)

ترجمہ: میں نے اس کے کچھ جزء دیکھے ہیں، اور یہ سیرتِ نبوی پر متأخرین کی سب سے عمدہ اور مبسوط کتابوں میں سے ہے۔ مصنف نے اسے تین سو سے زائد کتابوں سے منتخب کیا اور اس میں صحت و درستی کا خاص خیال رکھا۔

سیرت نگار ڈاکٹر انور محمود(1940۔2021ء) لکھتے ہیں:

اس کتاب کے صحیح روایات کے التزام کی وجہ سے، بعد کی کتب سیرت میں اکثر حوالے نظر آئے ہیں۔ یہ سیرت کے موضوع پر سب سے مستند اور مبسوط کتاب ہے۔ مصنف نے اس کتاب میں حضور ﷺ کے فضائل، علاماتِ نبوت افعال اور احوال شروع سے آخر تک سب تحریر کیے ہیں اور اس کی تالیف میں تین سو سے زائد کتب سے استفادہ کیا ہے۔

(اردو نثر میں سیرت رسول ﷺ ڈاکٹر انور محمود خالد اقبال اکادمی پاکستان لاہور 1989ء)

ڈاکٹر فاروق حمادہ (پیدائش 1949ء) لکھتے ہیں:

لَقَدْ جَمَعَ الْمُصَنِّفُ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَی فِی هٰذَا الْكِتَابِ جَمْعًا عَزِیْزًا أَمْثَالَهُ، وَفَسَّرَ كَثِیْرًا مِنَ النُّصُوصِ، كَمَا تَقَدَّمَ بِإِیضَاحِ الْمُشْكِلِ. تَفْسِیرًا یَصْعُبُ عَلٰی كَثِیرٍ مِنَ النَّاسِ مَنَالُهُ۔

وَهٰذَا الْكِتَابُ "سُبُلُ الْهُدٰی وَالرَّشَادِ" یَذْكُرُنِی بِكِتَابِ شَیْخِهِ الْإِمَامِ السِّیُوطِیِّ "الدُّرُّ الْمَنْثُوْرُ فِی التَّفْسِیْرِ بِالْمَأْثُوْرِ" إِذْ جَمَعَ فِیهِ مَا تَقَدَّمَ مِنَ الْمَصَادِرِ۔

وَإِذَا كَانَ هٰذَا الْجَمْعُ بِحَدِّ ذَاتِهِ یُیَسِّرُ الْأَمْرَ وَیُقَرِّبُ النُّصُوصَ لِلْبَاحِثِینَ، فَمَا أَجْدَرَهُ بِالتَّصْفِیَةِ وَالتَّنْقِیحِ عِنْدَ طَبْعِهِ أَوِ الْاِقْتِبَاسِ مِنْهُ. وَهٰذَا الْعَمَلُ لَهُ أَهْلُهُ الْمُتَخَصِّصُونَ فِیهِ، وَلَوْ مُحِّصَتْ نُصُوصُهُ

وَحُقِّقَتْ تَحْقِيقًا عِلْمِيًّا وَافِيًا لَكَانَ مِنْ أَنْفَعِ الْكُتُبِ وَأَهَمِّهَا۔

وَمِنْ فَوَائِدِهِ مَا جَمَعَهُ فِيهِ وَحَشَدَهُ مِنْ غَرَرِ النُّقُولِ، وَثَمَرَاتِ الْعُقُولِ فِي تَفْسِيرِ نُصُوصِ السِّيرَةِ وَبَيَانِهَا، وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهَا، عَمَّنْ سَبَقَهُ مِنَ الْعُلَمَاءِ۔ جَزَاهُ اللهُ أَحْسَنَ الْجَزَاءِ۔

(مصادر السیرۃ النبویۃ دکتور فاروق حمادۃ صفحہ 166۔167 دار القلم دمشق 2003ء)

مصنف نے اس کتاب میں نادر مثالوں کا ایک قیمتی مجموعہ جمع کیا ہے، اور بہت سی نصوص کی ایسی تفسیر کی ہے جس تک بہت سے لوگوں کی رسائی مشکل ہے اور یہ کتاب سبل الھدی والرشاد مجھے اس کے استاد امام سیوطی کی کتاب الدر المنثور فی التفسیر بالماثور کی یاد دلاتی ہے، کیونکہ انہوں نے اس میں بھی سابقہ مصادر کو جمع کیا تھا۔

چونکہ یہ مجموعہ اپنی نوعیت ہی سے تحقیق کے کام کو سہل بناتا اور محققین کے لیے نصوص کو قریب کر دیتا ہے، اس لیے یہ اس بات کا اور بھی زیادہ مستحق ہے کہ اسے شائع کرتے وقت یا اس سے اقتباس کرتے ہوئے خوب چھان پھٹک کر صاف اور نکھار دیا جائے، اور یہ ذمہ داری ایسے ماہرین کے سپرد کی جائے جو اس فن میں پوری مہارت رکھتے ہوں۔ اگر اس مجموعے کی نصوص کو علمی تحقیق کے تقاضوں کے مطابق نکھار کر مرتب کر دیا جائے تو یہ سب سے مفید اور اہم ترین کتابوں میں شمار ہو گی۔

اس کتاب کی ایک نمایاں خوبی یہ بھی ہے کہ مصنف نے سیرت مبارکہ کے متون کی تشریح اور ان سے متعلق مسائل میں اپنے سے پہلے گزرنے والے علما کی چنیدہ باتوں اور فکری نکات کو بڑی خوش سلیقگی سے یکجا کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی محنت کا بہترین صلہ عطا فرمائے۔

ڈاکٹر مہدی رزق اللہ نے اپنی کتاب میں "کتب خصائص" کا عنوان لگا کر لکھا ہے کہ:

"اس موضوع پر دو ہی کتابیں قابل ذکر ہیں۔ ایک علامہ سیوطیؒ کی الخصائص الکبریٰ اور دوسری امام شامیؒ کی سبل الہدیٰ والرشاد جو اپنے موضوع پر انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے۔"

(سیرت نبویؐ دکتور مہدی رزق اللہ احمد جلد اوّل صفحہ 38۔ دار العلم ممبئی 2012ء)

ڈاکٹر فاروق حمادہ (پیدائش 1949ء) لکھتے ہیں:

وَهٰذَا الْكِتَابُ أَوْسَعُ مَا كُتِبَ فِي السِّيرَةِ النَّبَوِيَّةِ۔ حَسْبَ مَا أَعْلَمُ۔ مِنْ نَوَاحِيهَا الْمُتَعَدِّدَةِ۔

(مصادر السیرۃ النبویۃ دکتور فاروق حمادۃ صفحہ 166۔167 دار القلم دمشق 2003ء)

یہ کتاب جیسا کہ میری معلومات میں ہے، سیرتِ نبوی پر، اس کے مختلف پہلوؤں کے لحاظ سے لکھی گئی سب سے جامع اور مفصل تصنیف ہے۔

ندیم واجدی لکھتے ہیں:

سیرت طیبہ کے موضوع پر امام محمد بن یوسف الصالحی الشامیؒ... کی یہ تالیف سیرت کی کتابوں میں حجم کے لحاظ سے بھی سب سے زیادہ ضخیم ہے اور مضامین سیرت کو سمیٹنے کے لحاظ سے بھی نہایت عظیم ہے بلکہ یہ اپنی نوعیت کا منفرد اور محیر العقول کارنامہ ہے، اس کتاب کو اگر سیرت کا مکمل دائرۃ المعارف نہ کہا جائے تو غلط ہو گا۔

یہ کتاب سیرت نبویؐ کے موضوع پر متأخرین کی کتابوں میں سب سے زیادہ عمدہ اور سب سے زیادہ ضخیم ہے۔

(سیرت نگاری اور سیرت کی کتابیں ندیم واجدی صفحہ 105،106 دار الکتاب دیوبند 2024ء)

حرف آخر:

علامہ شامی اپنی کتاب کے مقدمہ کے آخر میں لکھتے ہیں:

وَإِذَا تَأَمَّلْتَ هٰذَا الْكِتَابَ عِلِمْتَ أَنَّهٗ نَتِيْجَةُ عُمُرِي وَذَخِيْرَةُ دَهْرِي، وَاللهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى أَسْأَلُ أَنْ يَّجْعَلَهٗ خَالِصًا لِّوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ، وَأَنْ يَّمُنَّ عَلَيَّ بِالنَّظَرِ إِلَيْهِ فِي دَارِ النَّعِيْمِ، وَهُوَ حَسْبِي وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ، مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

اگر تم نے اس کتاب پر غور کیا تو تمہیں یہ پتا چلے گا کہ یہ میری زندگی کا نتیجہ اور میرے لئے سرمایۂ حیات ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ اس کتاب کو خالصًا اپنی رضا کا ذریعہ بنائے۔ اوراس کے ذریعہ مجھے جنت میں اپنے دیدار سے مشرف فرمائے۔ وہی مجھے کافی ہے اور میرے لئے بہترین کارساز ہے۔

❁❁❁❁❁

تعارف کتاب ”براہین احمدیہ حصہ دوم“

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”سب دوستوں کے واسطے ضروری ہے کہ ہماری کتب کم از کم ایک دفعہ ضرور پڑھ لیا کریں، کیونکہ علم ایک طاقت ہے اور طاقت سے شجاعت پیدا ہوتی ہے۔“

(”ملفوظات“ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جلد8 صفحہ8 ایڈیشن1984ء)

”اس احقر نے 1864ء تا 1865ء عیسوی میں یعنے اسی زمانے کے قریب کے جب یہ ضعیف اپنی عمر کے پہلے حصہ میں ہنوز تحصیل علم میں مشغول تھا جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ اور اس وقت اس عاجز کے ہاتھ میں ایک دینی کتاب تھی کہ جو خود اس عاجز کی تالیف معلوم ہوتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کتاب کو دیکھ کر عربی زبان میں پوچھا کہ تو نے اس کتاب کا کیا نام رکھا ہے۔ خاکسار نے عرض کیا کہ اس کا نام میں نے قطبی رکھا ہے۔“

براہین احمدیہ حصہ دوم

(اے۔ولیم)

تعارف:

براہین احمدیہ کا دوسرا حصہ روحانی خزائن جلد1 کے صفحات 53 تا 131 پر مشتمل ہے۔

❁ اس حصہ کا آغاز اس عنوان سے ہوتا ہے ”**براہین احمدیہ کے مخالفوں کی جلدی**“ حصہ اول میں دس ہزار روپے کا جو اشتہار دیا تھا اس کے جواب میں کئی پادری صاحبان اور ہندو صاحبان نے اخبارات میں اعلان شائع کروائے کہ ہم جواب لکھیں گے۔ حضورؑ نے ان سب کو خوش آمدید کہا کہ ضرور لکھیں۔ لیکن ساتھ ہی ان کے ایک تعصب کی اطلاع بھی دے

دی کہ دیانتداری کا تقاضا تو یہ تھا کہ ان سب کی طرف سے اعلان یہ ہوتا کہ ٹھیک ہے آپ اپنے دلائل بیان کریں اگر آپ کی بات درست ہوگی تو ہم مان لیں گے نہیں تو ہم جواب لکھیں گے۔ لیکن آپ لوگوں نے تو میری کتاب ابھی شائع بھی نہیں ہوئی اور گویا یہ طے کر لیا کہ ہم نے ان دلائل کا رد ہی کرنا ہے۔ (صفحہ: 55 تا 57)

❁ اس کے بعد آپؑ نے اس وقت کے خصوصاً مسلمان امراء کی سردمہری پر اظہار افسوس کیا ہے کہ براہین احمدیہ جیسی اہم کتاب کی اشاعت جیسے کارِ خیر میں اعانت کے لئے کوئی گرمجوشی کا اظہار نہیں ہوا۔

❁ اور بجائے کوئی تعاون اعانت کرتے اس ندامت و شرمندگی کو چھپانے کے لئے الٹا یہ اعتراض کرنا شروع کر دیا کہ پہلے ایسی کتابیں تھوڑی ہیں جو ایک نئی کتاب شائع کی جارہی ہے۔ سو اس کا جواب دیتے ہوئے آپؑ نے ان کی اس کم ہمتی اور کم علمی کا ذکر کرتے ہوئے براہین احمدیہ کی عظیم الشان اہمیت وافادیت کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرمایا:

"ایک اور بڑی تکلیف ہے جو بعض نافہم لوگوں کی زبان سے ہم کو پہنچ رہی ہے اور وہ یہ ہے جو بعض صاحب کہ جن کی رائے بباعث کم توجہی کے دینی معاملات میں صحیح نہیں ہے وہ اس حقیقت حال پر اطلاع پاکر جو کتاب براہین احمدیہ کی طیاری پر نو ہزار روپیہ خرچ آتا ہے بجائے اس کے جو دلی غمخواری سے کسی نوع کی اعانت کی طرف متوجہ ہوتے اور جو زیر باریاں بوجہ کمی قیمت کتاب و کثرت مصارف طبع کے عائد حال ہیں ان کے جبر نقصان کے لئے کچھ لِلّٰہ فی اللہ ہمت دکھلاتے منافقانہ باتیں کرنے سے ہمارے کام میں خلل انداز ہو رہے ہیں اور لوگوں کو یہ وعظ سناتے ہیں جو کیا پہلی کتابیں کچھ تھوڑی ہیں جو اب اس کی حاجت ہے اگرچہ ہم کو ان لوگوں کے اعتراضوں پر کچھ نظر اور خیال نہیں اور ہم جانتے ہیں جو دنیا پرستوں کی ہر یک بات میں کوئی خاص غرض ہوتی ہے اور وہ ہمیشہ اسی طرح شرعی فرائض کو اپنے سر پر سے ٹالتے رہتے ہیں کہ تا کسی دینی کارروائی کی ضرورت کو تسلیم کر کے کوئی کوڑی ہاتھ سے نہ چھوڑنی پڑے۔

لیکن چونکہ وہ ہماری اس جہد بلیغ کی تحقیر کر کے لوگوں کو اس کے فوائد عظیمہ سے محروم رکھنا چاہتے ہیں اور باوصفیکہ ہم نے پہلے حصّہ کے پرچہ منضمہ میں وجوہ ضرورت کتاب موصوف کی بیان کر دی تھیں پھر بھی بمقتضائے فطرتی خاصیت اپنی کے نیش زنی کر رہے ہیں ناچار اس اندیشہ سے کہ مبادا کوئی شخص ان کی واہیات باتوں سے دھوکا نہ کھاوے پھر کھول کر بیان کیا جاتا ہے کہ کتاب براہین احمدیہ بغیر اشد ضرورت کے نہیں لکھی گئی۔ جس مقصد اور مطلب کے انجام دینے کے لئے ہم نے اس کتاب کو تالیف کیا ہے اگر وہ مقصد کسی پہلی کتاب سے حاصل ہو سکتا تو ہم اسی کتاب کو کافی سمجھتے اور اسی کی اشاعت کے لئے بدل و جان مصروف ہو جاتے اور کچھ ضرور نہ تھا جو ہم سالہا سال اپنی جان کو محنت شدید میں ڈال کر اور اپنی عمر عزیز کا ایک حصہ خرچ کر کے پھر آخر کار ایسا کام کرتے جو محض تحصیل حاصل تھا لیکن جہاں تک ہم نے نظر کی ہم کو

کوئی کتاب ایسی نہ ملی جو جامع ان تمام دلائل اور براہین کی ہوتی کہ جن کو ہم نے اس کتاب میں جمع کیا ہے اور جن کا شائع کرنا بغرض **اثبات حقیّت دین اسلام** کے اس زمانہ میں نہایت ضروری ہے تو ناچار واجب دیکھ کر ہم نے یہ تالیف کی اگر کسی کو ہمارے اس بیان میں شبہ ہو تو ایسی کتاب کہیں سے نکال کر ہم کو دکھادے تاہم بھی جانیں ورنہ بیہودہ بکواس کرنا اور ناحق بندگانِ خدا کو ایک چشمہ فیض سے روکنا بڑا عیب ہے۔

مگر یاد رہے جو اس مقولہ سے کسی نوع کی خودستائی ہمارا مطلب نہیں جو تحقیقات ہم نے کی اور پہلے عالی شان فضلاء نے نہ کی یا جو دلائل ہم نے لکھیں اور انہوں نے نہ لکھیں یہ ایک ایسا امر ہے جو زمانہ کے حالات سے متعلق ہے نہ اس سے ہماری ناچیز حیثیت بڑھتی ہے اور نہ ان کی بلند شان میں کچھ فرق آتا ہے انہوں نے ایسا زمانہ پایا کہ جس میں ابھی خیالات فاسدہ کم پھیلے تھے اور صرف غفلت کے طور پر باپ دادوں کی تقلید کا بازار گرم تھا سو ان بزرگوں نے اپنی تالیفات میں وہ روش اختیار کی جو ان کے زمانہ کی اصلاح کے لئے کافی تھی ہم نے ایسا زمانہ پایا کہ جس میں بباعث زور خیالات فاسدہ کے وہ پہلی روش کافی نہ رہی بلکہ ایک پرزور تحقیقات کی حاجت پڑی جو اس وقت کی شدت فساد کی پوری پوری اصلاح کرے۔

یہ بات یاد رکھنی چاہیئے جو کیوں ازمنۂ مختلفہ میں تالیفات جدیدہ کی حاجت پڑتی ہے اس کا باعث یہی ہے جو ہم نے اوپر بیان کیا یعنی کسی زمانہ میں مفاسد کم اور کسی میں زیادہ ہو جاتے ہیں اور کسی وقت کسی رنگ میں اور کسی وقت کسی رنگ میں پھیلتے ہیں اب مولف کسی کتاب کا جو ان خیالات کو مٹانا چاہتا ہے اس کو ضرور ہوتا ہے جو وہ طبیب حاذق کی طرح مزاج اور طبیعت اور مقدار فساد اور قسم فساد پر نظر کر کے اپنی تدبیر کو علی قدر ما ینبغی و علی نحو ما ینبغی عمل میں لاوے اور جس قدر یا جس نوع کا بگاڑ ہو گیا ہے اسی طور پر اس کی اصلاح کا بندوبست کرے اور وہی طریق اختیار کرے کہ جس سے احسن اور اسہل طور پر اس مرض کا ازالہ ہوتا ہو کیونکہ اگر کسی تالیف میں مخاطبین کے مناسب حال تدارک نہ کیا جائے تو وہ تالیف نہایت نکمی اور غیر مفید اور بے سود ہوتی ہے اور ایسی تالیف کے بیانات میں یہ زور ہرگز نہیں ہوتا جو منکر کی طبیعت کے پورے گہراؤ تک غوطہ لگا کر اس کے دلی خلجان کو بکلی مستاصل کرے۔

پس ہمارے معترضین اگر ذرا غور کر کے سوچیں گے تو ان پر بہ یقین کامل واضح ہو جائے گا کہ جن انواع و اقسام کے مفاسد نے آج کل دامن پھیلا رکھا ہے ان کی صورت پہلے فسادوں کی صورت سے بالکل مختلف ہے وہ زمانہ جو کچھ عرصہ پہلے اس سے گزر گیا ہے وہ جاہلانہ تقلید کا زمانہ تھا۔ اور یہ زمانہ کہ جس کی ہم زیارت کر رہے ہیں یہ عقل کی بد استعمالی کا زمانہ ہے۔ پہلے اس سے اکثر لوگوں کو نامعقول تقلید نے خراب کر رکھا تھا اور اب فکر اور نظر کی غلطی نے بہتوں کی مٹی پلید کر دی

ہے یہی وجہ ہے کہ جن دلائل عمیقہ اور براہین قاطعہ لکھنے کی ہم کو ضرورتیں پیش آئیں وہ ان نیک اور بزرگ عالموں کو کہ جنہوں نے صرف جاہلانہ تقلید کا غلبہ دیکھ کر کتابیں لکھی تھیں پیش نہیں آئی تھیں۔ ہمارے زمانہ کی نئی روشنی (کہ خاک بر فرق ایں روشنی) نو آموزوں کی روحانی قوتوں کو افسردہ کر رہی ہے۔ ان کے دلوں میں بجائے خدا کی تعظیم کے اپنی تعظیم سما گئی ہے اور بجائے خدا کی ہدایت کے آپ ہی ہادی بن بیٹھے ہیں۔

اگرچہ آج کل تقریباً تمام نو آموزوں کا قدرتی میلان وجوہات عقلیہ کی طرف ہو گیا ہے لیکن افسوس کہ یہی میلان بباعث عقل ناتمام اور علم خام کے بجائے رہبر ہونے کے رہزن ہوتا جاتا ہے۔ فکر اور نظر کی کجروی نے لوگوں کے قیاسات میں بڑی بڑی غلطیاں ڈال دی ہیں اور مختلف رایوں اور گونا گوں خیالات کے شائع ہونے کے باعث سے کم فہم لوگوں کے لئے بڑی بڑی دقتیں پیش آگئی ہیں۔ سوفسطائی تقریروں نے نو آموزوں کی طبائع میں طرح طرح کی پیچیدگیاں پیدا کر دی ہیں۔ جو امور نہایت معقولیت میں تھے وہ ان کی آنکھوں سے چھپ گئے ہیں۔ جو باتیں بغایت درجہ نامعقول ہیں ان کو وہ اعلیٰ درجہ کی صداقتیں سمجھ رہے ہیں۔ وہ حرکات جو نشاء انسانیت سے مغائر ہیں ان کو وہ تہذیب خیال کئے بیٹھے ہیں اور جو حقیقی تہذیب ہے اس کو وہ نظر استخفاف اور استحقار سے دیکھتے ہیں پس ایسے وقت میں اور ان لوگوں کے علاج کے لئے جو اپنے ہی گھر میں محقق بن بیٹھے ہیں اور اپنے ہی منہ سے میاں مٹھو کہلاتے ہیں ہم نے کتاب براہین احمدیہ کو جو تین سو براہین قطعیہ عقلیہ پر مشتمل ہے بغرض اثبات حقانیت قرآن شریف جس سے یہ لوگ بکمال نخوت مونہہ پھیر رہے ہیں تالیف کیا ہے کیونکہ یہ بات اجلی بدیہات ہے جو سرگشتۂ عقل کو عقل ہی سے تسلی ہو سکتی ہے اور جو عقل کا رہزدہ ہے وہ عقل ہی کے ذریعہ سے راہ پر آسکتا ہے۔" (صفحہ: 63 تا 67)

۞ کتاب کے صفحہ 71 پر مقدمہ شروع ہوتا ہے۔ جو حصہ دوم کے آخر یعنی صفحہ 131 تک محیط ہے۔ اس میں آپ تحریر فرماتے ہیں:

"اول ہر ایک صاحب کی خدمت میں جو اعتقاد اور مذہب میں ہم سے مخالف ہیں بصد ادب اور غربت عرض کی جاتی ہے جو اس کتاب کی تصنیف سے ہمارا ہرگز یہ مطلب اور مدعا نہیں جو کسی دل کو رنجیدہ کیا جائے یا کسی نوع کا بے اصل جھگڑا اُٹھایا جائے بلکہ محض حق اور راستی کا ظاہر کرنا مراد دلی اور تمناء قلبی ہے اور ہم کو ہرگز منظور نہ تھا کہ اس کتاب میں کسی اپنے مخالف کے خیالات اور عندیات کا ذکر زبان پر لاتے بلکہ اپنے کام سے کام تھا اور مطلب سے مطلب مگر کیا کیجئے کہ کامل تحقیقات اور باستیفاء بیان کرنا جمیع اصولِ حقہ اور ادلہ کاملہ کا اسی پر موقوف ہے کہ ان سب اربابِ مذاہب کا جو برخلاف اصولِ حقہ کے رائے اور خیال رکھتے ہیں غلطی پر ہونا دکھلایا جائے پس اس جہت سے ان کا ذکر کرنا

اور ان کے شکوک کو رفع دفع کرنا ضروری اور واجب ہوا۔" (صفحہ: 71)

❁ اس لئے فرمایا کہ:

"سو اب سب ارباب صدق و صفا کی خدمت میں التماس ہے جو مجھ خاکسار کو ایک حقیقی خیر خواہ اور دِلی ہمدرد تصور فرما کر میری اس کتاب کو توجہ کامل سے مطالعہ فرماویں اور جیسا کہ انسان اپنے دوست کی بات میں بہت غور کرتا ہے اور جہاں تک ممکن ہو اس کی نصائح مشفقانہ کو بدظنی کی نظر سے نہیں دیکھتا اور اگر حقیقت میں وہ نصائح اس کے حق میں بہتر اور مفید ہوں تو اپنی ضد چھوڑ کر ان کو قبول کر لیتا ہے بلکہ اس دوست کا ممنون اور مشکور ہوتا ہے جو قلبی محبت اور صداقت سے اس کا ناصح بنا اور جن باتوں میں اس کی خیر اور بھلائی تھی ان سے اس کو اطلاع دے دی اسی طرح میں بھی ہر یک قوم کے بزرگوں اور اربابِ علم اور فضل سے متوقع ہوں کہ جو جو میں نے براہین اور دلائل حقیت دین اسلام کے بارے میں لکھی ہیں یا جن جن وجوہات سے میں نے کلام الٰہی ہونا فرقان مجید کا اور افضل اور اعلیٰ ہونا اس کا دوسری کتب الہامیہ سے ثابت کیا ہے۔ اگر ان ثبوتوں کو کامل اور لاجواب پاویں تو انصاف اور خدا ترسی سے قبول فرماویں اور یونہی لاپروائی اور بدظنی سے منہ نہ پھیر لیں۔" (صفحہ: 74)

❁ الہام و عقل کی ضرورت و اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"علاوہ شہادت الہامیہ کے دلائل عقلیہ سے بھی ثابت کرنا اشد ضروری ہے کیونکہ اگرچہ شہادتِ الہامی بڑی معتبر خبر ہے اور استکمال مراتب یقین کا اسی پر موقوف ہے لیکن اگر کوئی کتاب مدعی الہام کی کسی ایسے امر کی تعلیم کرے کہ جس کے امتناع پر کھلا کھلی دلائل عقلیہ قائم ہوتی ہیں تو وہ امر ہرگز درست نہیں ٹھہر سکتا بلکہ وہ کتاب ہی باطل یا محرف یا مبدل المعنی کہلائے گی کہ جس میں کوئی ایسا خلاف عقل امر لکھا گیا۔

پس جبکہ تصفیہ ہر یک امر کے جائز یا ممتنع ہونے کا عقل ہی کے حکم پر موقوف ہے اور ممکن اور محال کی شناخت کرنے کیلئے عقل ہی معیار ہے تو اس سے لازم آیا۔ کہ حقیت اصول نجات کی بھی عقل ہی سے ثابت کی جائے کیونکہ اگر اُصول مذاہب مختلفہ کے دلائل عقلیہ سے ثابت نہ ہوں بلکہ ان کا باطل اور ممتنع اور محال ہونا ثابت ہو تو پھر ہمیں کیونکر معلوم ہو کہ زید کے اصول سچے اور بکر کے جھوٹے ہیں یا ہندوؤں کی پستک غلط اور بنی اسرائیل کی کتابیں صحیح ہیں اور نیز اگر حق اور باطل میں عقلاً کچھ فرق قائم نہ ہو تو پھر اس حالت میں کیونکر ایک طالب حق کا جھوٹ اور سچ میں تمیز کر کے جھوٹ کو چھوڑے اور سچ کو اختیار کرے اور کیونکر ایسے اصولوں کے نہ ماننے سے کوئی

شخص خداوند تعالیٰ کے حضور میں ملزم ٹھہرے۔" (صفحہ: 74)

❁ پھر فرمایا:

"اور جبکہ ہم فی الحقیقت اپنی نجات کیلئے ایسے عقائد کے محتاج ہیں کہ جنکا حق ہونا دلائل عقلیہ سے ثابت ہو تو پھر یہ سوال ہو گا کہ وہ عقائد حقہ کیونکر ہمیں معلوم ہوں اور کس یقینی اور کامل اور آسان ذریعہ سے ہم ان تمام عقائد کو معہ ان کی دلائل کے بآسانی دریافت کرلیں اور حق الیقین کے مرتبہ تک پہنچ جائیں پس اس کے جواب میں عرض کیا جاتا ہے کہ وہ یقینی اور کامل اور آسان ذریعہ کہ جس سے بغیر تکلیف اور مشقت اور مزاحمت شکوک اور شبہات اور خطا اور سہو کے اصول صیحہ معہ ان کی دلائل عقلیہ کے معلوم ہو جائیں اور یقین کامل سے معلوم ہوں وہ قرآن شریف ہے اور بجز اس کے دنیا میں کوئی ایسی کتاب نہیں اور نہ کوئی ایسا دوسرا ذریعہ ہے کہ جس سے یہ مقصد اعظم ہمارا پورا ہو سکے۔" (صفحہ: 76, 77)

❁ براہین احمدیہ تصنیف کرنے سے پہلے جو کچھ تحقیقات کی گئی ہیں اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس کتاب کی تالیف سے پہلے ایک بڑی تحقیقات کی گئی اور ہر یک مذہب کی کتاب دیانت اور امانت اور خوض اور تدبر سے دیکھی گئی اور فرقانِ مجید اوران کتابوں کا باہم مقابلہ بھی کیا گیا اور زبانی مباحثات بھی اکثر قوموں کے بزرگ علماء سے ہوتے رہے۔ غرض جہاں تک طاقت بشری ہے ہریک طور کی کوشش اور جانفشانی اظہار حق کے لئے کی گئی۔ بالآخر ان تمام تحقیقاتوں سے یہ امر بپایۂ ثبوت پہنچ گیا کہ آج رُوئے زمین پر سب الہامی کتابوں میں سے ایک فرقان مجید ہی ہے کہ جس کا کلام الٰہی ہونا دلائل قطعیہ سے ثابت ہے۔" (صفحہ: 79 تا 81)

❁ پھر آپؑ نے ہر ایک کو دعوت دی کہ وہ ضرور قرآن شریف کے مقابل پر اپنی مذہبی کتاب کی بابت لکھے اور ان شرائط کے مطابق جواب دے جو براہین احمدیہ کے پہلے حصہ میں درج ہے۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں:

"یہ امر بھی قابل گزارش ہے کہ اگر کوئی صاحب برطبق شرائط مندرجہ اشتہار کے جواب اس کتاب کا لکھنا چاہیں تو ان پر لازم ہو گا کہ جیسا کہ اشتہار میں قرار پاچکا ہے دونوں طور پر جواب تحریر فرماویں۔ یعنے بغرض مقابلہ دلائل فرقان مجید کے اپنی کتاب کی دلائل بھی پیش کریں اور ہماری دلائل کو بھی توڑ کر دکھلاویں۔ اور اگر اپنی کتاب کی دلائل بالمقابل پیش نہیں کریں گے اور صرف ہماری دلائل کی جرح قدح کی طرف متوجہ ہوں گے۔ تو اس سے یہ سمجھا جائے گا کہ وہ اپنی کتاب کی دلائل حقیت کے پیش کرنے سے بکلی عاجز ہیں۔

اور یہ بات واضح رہے کہ ہم بدل خواہشمند ہیں کہ اگر کسی صاحب کو اس بات میں ہم سے اتفاق رائے نہ ہو۔ جو فرقانِ مجید حقیقت میں خدا کی کتاب اور سب الٰہی کتابوں سے افضل اور اعلیٰ ہے اور اپنی حقانیت کے ثبوت میں بے مثل ومانند ہے۔ تو وہ اپنے اِس خیال کی تائید میں ضرور کچھ قلم زنی کریں اور ہم سچ سچ کہتے ہیں جو ہم ان کی اس تکلیف کشی سے نہایت ہی ممنون ہوں گے۔ کیونکہ ہم ہر چند سوچتے ہیں کہ ہم کیونکر عامہ خلائق پر یہ بات ظاہر کر دیں کہ جو جو فضائل اور خوبیاں قرآن مجید کو حاصل ہیں یا جن جن دلائل اور براہین قاطعہ سے قرآنِ شریف کا کلامِ الٰہی ہونا ثابت ہے وہ فضیلتیں اور وہ ثبوت دوسری کتابوں کے لئے ہرگز حاصل نہیں۔ تو بعد بہت سی سوچ کے ہم کواِس سے بہتر اور کوئی تدبیر معلوم نہیں ہوتی کہ کوئی صاحب ان وجوہات اور ان ثبوتوں کو جو ہم نے قرآن مجید کی حقیت اور افضلیت پر لکھی ہیں اپنی کتاب کی نسبت دعویٰ کر کے کوئی رسالہ شائع کرے۔ اور اگر ایسا ہوا اور خدا کرے کہ ایسا ہی ہو تو پھر آفتابِ صداقت اور بزرگی قرآن شریف کا ہریک ضعیف البصر پر بھی ظاہر ہو جائے گا اور آئندہ کوئی سادہ لوح مخالفین کے بہکانے میں نہیں آوے گا۔ اور اگر اس کتاب کے ردّ لکھنے والا کوئی ایسا شخص ہو جو کسی کتاب الہامی کا پابند نہیں جیسے ... والے ہیں۔ تو اس پر صرف یہی واجب ہو گا جو ہماری سب دلائل کو نمبر وار توڑ کر دکھلاوے اور اپنے مخالفانہ خیالات کو بمقابلہ ہمارے عقائد کے عقلی دلائل سے ثابت کر کے دکھلاوے۔

پس اگر کوئی ایسا شخص بھی اُٹھا تو اس کی عبرت انگیز تحریرات سے بھی لوگوں کو بڑا فائدہ ہو گا اور جو صاحبان برہمو سماج ہمیشہ عقل عقل کرتے ہیں ان کی عقل کا بھی قصہ پاک ہو جائے گا۔ غرض ہم یقیناً جانتے ہیں جو ہماری کتاب کی اسی دن پوری پوری تاثیر ہو گی اور اسی وقت اس کا ٹھیک ٹھیک قدر بھی معلوم ہو گا کہ جب بمقابلہ اس کی حقانیت کی دلائل کے کوئی صاحب اپنی کتاب کی بھی دلائل پیش کریں گے یا اس زمانہ کے آزاد مشربوں کی طرح صرف اپنے خود تراشیدہ عقائد پر وجوہات دکھلائیں گے کیونکہ ہر یک چیز کا قدر و منزلت مقابلہ سے ہی معلوم ہوتا ہے۔ اور پھول کی خوبی اور لطافت تب ہی ظاہر ہوتی ہے کہ جب خار بھی اس کے پہلو میں ہو۔" (صفحہ: 87 ,86)

❁ ایک اورزبردست پہلو یہ ہے کہ آپؑ نے قرآن کریم کی حقیت وفضیلت کے بارہ میں جو دعویٰ کیا وہ بھی قرآن سے اور جو دلیل دی وہ بھی قرآن کریم سے ہی دی، مقابل پر آنے والے کو اس کا التزام کرنے کی دعوت دیتے ہوئے آپؑ نے لکھا:

"یہ امر بھی ہر یک صاحب پر روشن رہے کہ ہم نے اس کتاب میں جس قدر دلائل حقیت قرآن مجید اور

براہین صدق رسالت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم لکھی ہیں یا جو جو فضائل اور محاسن قرآن شریف کے اور آیات بینات منجانب اللہ ہونے اس کتاب کے کتابِ ہذا میں درج کئے ہیں یا جس طور کا اس کی نسبت کوئی دعویٰ کیا ہے وہ سب دلائل وغیرہ اسی مقدس کتاب سے ماخوذ اور مستنبط ہیں یعنی دعویٰ بھی وہی لکھا ہے جو کتاب ممدوح نے کیا ہے اور دلیل بھی وہی لکھی ہے جو اُسی پاک کتاب نے اُس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

نہ ہم نے فقط اپنے ہی قیاس سے کوئی دلیل لکھی ہے اور نہ کوئی دعویٰ کیا ہے۔ چنانچہ جابجا وہ سب آیات کہ جن سے ہماری دلائل اور دعاوی ماخوذ ہیں۔ درج کرتے گئے ہیں۔ پس جو صاحب بمقابلہ ہماری دلائل کے کچھ اپنی کتاب کے متعلق لکھنا چاہیں۔ یا کوئی دعویٰ کریں تو ان پر بھی لازم ہے جو بپابندی اسی طریق معہود ہمارے کے کاربند ہوں۔ یعنی وہی دعویٰ اور وہی دلیل نفس کتاب اور اصولِ کتاب کے اثبات کی نسبت پیش کریں جو اُن کی کتاب میں مندرج ہو۔" (صفحہ: 88)

- تمام پیشوایان مذاہب اور مذہبی رہنماؤں کی عزت واحترام کی پاسداری کالحاظ کرنے کی شرط کاذکر کرتے ہوئے آپؑ نے لکھا:

"بخدمت جملہ صاحبان یہ بھی عرض ہے کہ یہ کتاب کمال تہذیب اور رعایت آداب سے تصنیف کی گئی ہے اور اس میں کوئی ایسا لفظ نہیں کہ جس میں کسی بزرگ یا پیشوا کسی فرقہ کی کسرشان لازم آوے اور خود ہم ایسے الفاظ کو صراحتاً یا کنایتاً اختیار کرنا خبث عظیم سمجھتے ہیں اور مرتکب ایسے امر کو پرلے درجہ کا شریر النفس خیال کرتے ہیں۔ سو اسی طرح ہر یک اپنے شریف مخاطب کو اس طرف توجہ دلائی جاتی ہے کہ ان کی کوششیں بھی اس بارے میں مصروف رہنی چاہئیں کہ تمام تحریر ان کی بشرطیکہ کچھ تحریر کریں جیسا کہ مہذب اشخاص کے لائق ہے سراسر تہذیب پر مبنی ہو اور اوباشانہ کلام اور ہجو اور ہتک مقدسین اور رسولوں اور نبیوں سے بکلی پاک ہو۔" (صفحہ: 90, 91)

- ان ہی مقدس پیشوایان مذاہب کے مقام ومرتبہ کاذکر کرتے ہوئے لکھا:

"اور فی الواقع سچ بھی ہے کہ جن مقدسوں کو خدا نے اپنی خاص مصلحت اور ذاتی ارادہ سے مقتدا اور پیشوا قوموں کا بنایا اور جن روشن جوہروں کو اس نے دنیا پر چمکا کر ایک عالم کو ان کے ہاتھ سے نور خداپرستی اور توحید کا بخشا۔ جن کی پرزور تعلیمات سے شرک اور مخلوق پرستی جو اُمّ الخبائث ہے اکثر حصوں زمین سے معدوم ہوگئی اور درخت ذکر وحدانیت الٰہی کا جو سوک گیا تھا پھر سرسبز اور شاداب اور خوشحال ہوگیا اور عمارت خداپرستی کی جو

گر پڑی تھی پھر اپنے مضبوط چٹان پر بنائی گئی۔ جن مقبولوں کو خدا نے اپنے خاص سایہ عاطفت میں لیکر ایسے عجائب طور پر تائید کی کہ وہ کروڑوں مخالفوں سے نہ ڈرے اور نہ تھکے اور نہ گھٹے اور نہ ان کی کارروائیوں میں کچھ تنزل ہوا۔ اور نہ ان پر کچھ بلا آئی جب تک کہ انہوں نے راستی کو ہر یک موذی سے امن میں رہ کر زمین پر قائم نہ کر لیا۔ ایسے مقبولان الٰہی کی نسبت زبان درازی کرنا نہایت درجہ کی ناپاکی اور نااہلی اور ہٹ دھرمی ہے۔" (صفحہ: 92)

❁ اس تسلسل میں تمام پیشوایانِ مذاہب کے سرتاج حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی پاکیزہ اور مقدس سوانح کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"انبیاء وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے اپنی کامل راستبازی کی قوی حجت پیش کر کے اپنے دشمنوں کو بھی الزام دیا جیسا کہ یہ الزام قرآن شریف میں ہے حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے موجود ہے جہاں فرمایا ہے فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔(یونس: 17) یعنے میں ایسا نہیں کہ جھوٹ بولوں اور افتراء کروں۔ دیکھو میں چالیس برس اس سے پہلے تم میں ہی رہتا رہا ہوں کیا کبھی تم نے میرا کوئی جھوٹ یا افترا ثابت کیا پھر کیا تم کو اتنی سمجھ نہیں یعنے یہ سمجھ کہ جس نے کبھی آج تک کسی قسم کا جھوٹ نہیں بولا۔ وہ اب خدا پر کیوں جھوٹ بولنے لگا۔

غرض انبیاء کے واقعات عمری اور ان کی سلامت روشی ایسی بدیہی اور ثابت ہے کہ اگر سب باتوں کو چھوڑ کر ان کے واقعات کو ہی دیکھا جائے تو ان کی صداقت ان کے واقعات سے ہی روشن ہو رہی ہے مثلاً اگر کوئی منصف اور عاقل ان تمام براہین اور دلائل صدق نبوت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے جو اس کتاب میں لکھی جائیں گی قطع نظر کر کے محض ان کے حالات پر ہی غور کرے تو بلاشبہ انہیں حالات پر غور کرنے سے ان کے نبی صادق ہونے پر دل سے یقین کرے گا اور کیونکر یقین نہ کرے وہ واقعات ہی ایسے کمال سچائی اور صفائی سے معطر ہیں کہ حق کے طالبوں کے دل بلا اختیار ان کی طرف کھینچے جاتے ہیں۔ خیال کرنا چاہئے کہ کس استقلال سے آنحضرت اپنے دعویٰ نبوت پر باوجود پیدا ہو جانے ہزاروں خطرات اور کھڑے ہو جانے لاکھوں معاندوں اور مزاحموں اور ڈرانے والوں کے اول سے اخیر دم تک ثابت اور قائم رہے برسوں تک وہ مصیبتیں دیکھیں اور وہ دکھ اٹھانے پڑے جو کامیابی سے بکلی مایوس کرتے تھے اور روز بروز بڑھتے جاتے تھے کہ جن پر صبر کرنے سے کسی دنیوی مقصد کا حاصل ہو جانا وہم بھی نہیں گذرتا تھا بلکہ نبوت کا دعویٰ کرنے سے از دست اپنی پہلی جمعیت کو بھی کھو بیٹھے اور ایک بات کہہ کر لاکھ تفرقہ خرید لیا اور ہزاروں بلاؤں کو اپنے سر پر بلا لیا۔ وطن سے نکالے

گئے۔ قتل کے لئے تعاقب کئے گئے۔ گھر اور اسباب تباہ اور برباد ہو گیا۔ بارہا زہر دی گئی۔ اور جو خیر خواہ تھے وہ بدخواہ بن گئے اور جو دوست تھے وہ دشمنی کرنے لگے اور ایک زمانہ دراز تک وہ تلخیاں اٹھانی پڑیں کہ جن پر ثابت قدمی سے ٹھہرے رہنا کسی فریبی اور مکار کا کام نہیں۔

اور پھر جب مدت مدید کے بعد غلبہ اسلام کا ہوا تو ان دولت اور اقبال کے دنوں میں کوئی خزانہ اکٹھا نہ کیا۔ کوئی عمارت نہ بنائی۔ کوئی بارگاہ طیار نہ ہوئی۔ کوئی سامان شاہانہ عیش و عشرت کا تجویز نہ کیا گیا۔ کوئی اور ذاتی نفع نہ اٹھایا۔ بلکہ جو کچھ آیا وہ سب یتیموں اور مسکینوں اور بیوہ عورتوں اور مقروضوں کی خبر گیری میں خرچ ہوتا رہا اور کبھی ایک وقت بھی سیر ہو کر نہ کھایا۔ اور پھر صاف گوئی اس قدر کہ توحید کا وعظ کر کے سب قوموں اور سارے فرقوں اور تمام جہان کے لوگوں کو جو شرک میں ڈوبے ہوئے تھے مخالف بنالیا۔ جو اپنے اور خویش تھے ان کو بت پرستی سے منع کر کے سب سے پہلے دشمن بنایا۔ یہودیوں سے بھی بات بگاڑ لی۔ کیونکہ ان کو طرح طرح کی مخلوق پرستی اور پیر پرستی اور بداعمالیوں سے روکا۔ حضرت مسیح کی تکذیب اور توہین سے منع کیا جس سے ان کا نہایت دل جل گیا اور سخت عداوت پر آمادہ ہو گئے اور ہر دم قتل کر دینے کی گھات میں رہنے لگے۔ اسی طرح عیسائیوں کو بھی خفا کر دیا گیا۔ کیونکہ جیسا کہ ان کا اعتقاد تھا۔

حضرت عیسیٰ کو نہ خدا نہ خدا کا بیٹا قرار دیا اور نہ ان کو پھانسی مل کر دوسروں کو بچانے والا تسلیم کیا۔ آتش پرست اور ستارہ پرست بھی ناراض ہو گئے۔ کیونکہ ان کو بھی ان کے دیوتوں کی پرستش سے ممانعت کی گئی اور مدار نجات کا صرف توحید ٹھہرائی گئی۔ اب جائے انصاف ہے کہ کیا دنیا حاصل کرنے کی یہی تدبیر تھی کہ ہر یک فرقہ کو ایسی ایسی صاف اور دلآزار باتیں سنائی گئیں کہ جس سے سب نے مخالفت پر کمر باندھ لی اور سب کے دل ٹوٹ گئے اور قبل اس کے کہ اپنی کچھ ذرہ بھی جمعیت بنی ہوتی یا کسی کا حملہ روکنے کے لئے کچھ طاقت بہم پہنچ جاتی سب کی طبیعت کو ایسا اشتعال دے دیا کہ جس سے وہ خون کرنے کے پیاسے ہو گئے۔

زمانہ سازی کی تدبیر تو یہ تھی کہ جیسا بعضوں کو جھوٹا کہا تھا ویسا ہی بعضوں کو سچا بھی کہا جاتا۔ تا اگر بعض مخالف ہوتے تو بعض موافق بھی رہتے۔ بلکہ اگر عربوں کو کہا جاتا کہ تمہارے ہی لات وعُزّٰی سچے ہیں تو وہ تو اسی دم قدموں پر گر پڑتے اور جو چاہتے ان سے کراتے۔ کیونکہ وہ سب خویش اور اقارب اور حمیت قومی میں بے مثل تھے اور ساری بات مانی منائی تھی صرف تعلیم بت پرستی سے خوش ہو جاتے اور بدل و جان اطاعت اختیار کرتے۔ لیکن سوچنا چاہیئے کہ آنحضرت کا یکلخت ہر ایک خویش و بیگانہ سے بگاڑ لینا اور صرف توحید کو جو ان دنوں میں اس سے زیادہ دنیا کے لئے کوئی نفرتی چیز نہ تھی اور جس کے باعث سے صدہا مشکلیں پڑتی جاتی تھیں بلکہ جان سے مارے جانا نظر آتا تھا مضبوط پکڑ لینا یہ کس مصلحت دنیوی کا

تقاضا تھا اور جبکہ پہلے اسی کے باعث سے اپنی تمام دنیا اور جمعیت برباد کر چکے تھے تو پھر اسی بلا انگیز اعتقاد پر اصرار کرنے سے کہ جس کو ظاہر کرتے ہی نو مسلمانوں کو قید اور زنجیر اور سخت سخت ماریں نصیب ہوئیں کس مقصد کا حاصل کرنا مراد تھا۔ کیا دنیا کمانے کے لئے یہی ڈھنگ تھا کہ ہر ایک کو کلمہ تلخ جو اس کی طبع اور عادت اور مرضی اور اعتقاد کے برخلاف تھا۔ سنا کر سب کو ایک دم کے دم میں جانی دشمن بنا دیا اور کسی ایک آدھ قوم سے بھی پیوند نہ رکھا۔ جو لوگ طامع اور مکار ہوتے ہیں۔ کیا وہ ایسی ہی تدبیریں کیا کرتے ہیں کہ جس سے دوست بھی دشمن ہو جائیں۔ جو لوگ کسی مکر سے دنیا کو کمانا چاہتے ہیں کیا ان کا یہی اصول ہوا کرتا ہے کہ بیکبارگی ساری دنیا کو عداوت کرنے کا جوش دلاویں اور اپنی جان کو ہر وقت کی فکر میں ڈال لیں۔

وہ تو اپنا مطلب سادھنے کے لئے سب سے صلح کاری اختیار کرتے ہیں اور ہر ایک فرقہ کو سچائی کا ہی سرٹیفکیٹ دیتے ہیں۔ خدا کے لئے یک رنگ ہو جانا ان کی عادت کہاں ہوا کرتی ہے خدا کی وحدانیت اور عظمت کا کب وہ کچھ دھیان رکھا کرتے ہیں۔ ان کو اس سے غرض کیا ہوتی ہے کہ ناحق خدا کے لئے دکھ اٹھاتے پھریں۔ وہ تو صیاد کی طرح وہیں دام بچھاتے ہیں کہ جو شکار مارنے کا بہت آسان راستہ ہوتا ہے اور وہی طریق اختیار کرتے ہیں کہ جس میں محنت کم اور فائدہ دنیا کا بہت زیادہ ہو۔ نفاق ان کا پیشہ اور خوشامد ان کی سیرت ہوتی ہے۔ سب سے میٹھی باتیں کرنا اور ہر ایک چور اور سادھ سے برابر رابطہ رکھنا ان کا ایک خاص اصول ہوتا ہے۔ مسلمانوں سے اللہ اللہ اور ہندوؤں سے رام رام کہنے کو ہر وقت مستعد رہتے ہیں اور ہر ایک مجلس میں ہاں سے ہاں اور نہیں سے نہیں ملاتے رہتے ہیں اور اگر کوئی میر مجلس دن کو رات کہے تو چاند اور گیٹیاں دکھلانے کو بھی طیار ہو جاتے ہیں۔ ان کو خدا سے کیا تعلق اور اس کے ساتھ وفاداری کرنے سے کیا واسطہ اور اپنی خوش باش جان کو مفت میں ادھر ادھر کا غم لگا لینا انہیں کیا ضرورت۔ استاد نے ان کو سبق ہی ایک پڑھایا ہوا ہوتا ہے کہ ہر ایک کو یہی بات کہنا چاہئے کہ جو تیرا راستہ ہے وہی سیدھا ہے اور جو تیری رائے ہے وہی درست ہے اور جو تو نے سمجھا ہے وہی ٹھیک ہے۔

غرض ان کی راست اور ناراست اور حق اور باطل اور نیک اور بد پر کچھ نظر ہی نہیں ہوتی بلکہ جس کے ہاتھ سے ان کا کچھ منہ میٹھا ہو جائے وہی ان کے حساب میں بھگت اور سدھ اور جنٹلمین ہوتا ہے اور جس کی تعریف سے کچھ پیٹ کا دوزخ بھرتا نظر آوے اسی کو مکتی پانے والا اور سرگ کا وارث اور حیات ابدی کا مالک بنا دیتے ہیں۔ لیکن واقعات حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر کرنے سے یہ بات نہایت واضح اور نمایاں اور روشن ہے کہ آنحضرتؐ اعلیٰ درجہ کے یک رنگ اور صاف باطن اور خدا کے لئے جان باز اور خلقت کے بیم وامید سے بالکل منہ پھیرنے والے اور محض خدا پر توکل کرنے والے تھے۔ کہ جنہوں نے خدا کی خواہش اور

مرضی میں محو اور فنا ہو کر اس بات کی کچھ بھی پروانہ کی کہ توحید کی منادی کرنے سے کیا کیا بلا میرے سر پر آوے گی اور مشرکوں کے ہاتھ سے کیا کچھ دکھ اور درد اٹھانا ہو گا۔ بلکہ تمام شدتوں اور سختیوں اور مشکلوں کو اپنے نفس پر گوارا کر کے اپنے مولیٰ کا حکم بجالائے۔ اور جو جو شرط مجاہدہ اور وعظ اور نصیحت کی ہوتی ہے وہ سب پوری کی اور کسی ڈرانے والے کو کچھ حقیقت نہ سمجھا۔

ہم سچ سچ کہتے ہیں کہ تمام نبیوں کے واقعات میں ایسے مواضعاتِ خطرات اور پھر کوئی ایسا خدا پر توکل کر کے کھلا کھلے شرک اور مخلوق پرستی سے منع کرنے والا اور اس قدر دشمن اور پھر کوئی ایسا ثابت قدم اور استقلال کرنے والا ایک بھی ثابت نہیں۔ پس ذرہ ایمانداری سے سوچنا چاہئے کہ یہ سب حالات کیسے آنحضرتؐ کے اندرونی صداقت پر دلالت کر رہے ہیں۔" (صفحہ: 107 تا 112)

❁ آنحضرت ﷺ کی صداقت کے مزید دلائل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"اور بھی واقعات ہیں کہ جن سے آنحضرتؐ کا مؤید بتائید الٰہی ہونا ثابت ہوتا ہے مثلاً کیا یہ حیرت انگیز ماجرا نہیں کہ ایک بے زر، بے زور، بیکس، اُمی، یتیم، تنہا غریب ایسے زمانہ میں کہ جس میں ہر ایک قوم پوری پوری طاقت مالی اور فوجی اور علمی رکھتی تھی ایسی روشن تعلیم لایا کہ اپنی براہین قاطعہ اور حجج واضحہ سے سب کی زبان بند کر دی اور بڑے بڑے لوگوں کی جو حکیم بنے پھرتے تھے اور فیلسوف کہلاتے تھے۔ فاش غلطیاں نکالیں اور پھر باوجود بے کسی اور غریبی کے زور بھی ایسا دکھایا کہ بادشاہوں کو تختوں سے گرا دیا اور انہیں تختوں پر غریبوں کو بٹھایا۔ اگر یہ خدا کی تائید نہیں تھی تو اور کیا تھی۔ کیا تمام دنیا پر عقل اور علم اور طاقت اور زور میں غالب آجانا بغیر تائید الٰہی کے بھی ہوا کرتا ہے۔ خیال کرنا چاہئے کہ جب آنحضرتؐ نے پہلے پہل مکے کے لوگوں میں منادی کی کہ میں نبی ہوں۔ اس وقت ان کے ہمراہ کون تھا اور کس بادشاہ کا خزانہ ان کے قبضہ میں آگیا تھا کہ جس پر اعتماد کر کے ساری دنیا سے مقابلہ کرنے کی ٹھہر گئی یا کون سی فوج اکٹھی کر لی تھی کہ جس پر بھروسہ کر کے تمام بادشاہوں کے حملوں سے امن ہو گیا تھا۔ ہمارے مخالف بھی جانتے ہیں کہ اس وقت آنحضرتؐ زمین پر اکیلے اور بے کس اور بے سامان تھے صرف ان کے ساتھ خدا تھا جس نے ان کو ایک بڑے مطلب کے لئے پیدا کیا تھا۔ پھر ذرہ اس طرف بھی غور کرنی چاہیئے کہ وہ کس مکتب میں پڑھے تھے اور کس سکول کا پاس حاصل کیا تھا اور کب انہوں نے عیسائیوں اور یہودیوں اور آریہ لوگوں وغیرہ دنیا کے فرقوں کی مقدس کتابیں مطالعہ کی تھیں۔

پس اگر قرآن شریف کا نازل کرنے والا خدا نہیں ہے تو کیونکر اس میں تمام دنیا کے علوم حقہ الٰہیہ لکھے گئے اور وہ

تمام ادلہ کاملہ علم الٰہیات کی کہ جن کے باستیفا اور بصحت لکھنے سے سارے منطقی اور معقولی اور فلسفی عاجز رہے اور ہمیشہ غلطیوں میں ہی ڈوبتے ڈوبتے مر گئے وہ کس فلاسفر بے مثل ومانند نے قرآن شریف میں درج کر دیں اور کیونکر وہ اعلیٰ درجہ کی مدلل تقریریں کہ جن کی پاک اور روشن دلائل کو دیکھ کر مغرور حکیم یونان اور ہند کے اگر کچھ شرم ہو تو جیتے ہی مر جائیں ایک غریب اُمّی کے ہونٹوں سے نکلیں اس قدر دلائل صدق کی پہلے نبیوں میں کہاں موجود ہیں۔ آج دنیا میں وہ کون سی کتاب ہے جو ان سب باتوں میں قرآن شریف کا مقابلہ کر سکتی ہے کس نبی پر وہ سب واقعات جو ہم نے بیان کئے مثل آنحضرت کے گزرے ہیں بالخصوص جو وید کے الہام یافتہ رشی قرار دیئے جاتے ہیں ان کا تو خود وجود ہی ثابت نہیں ہو تا قطع نظر اس سے کہ کوئی اثر صدق کا ثابت ہو۔ صاحبو اگر آپ لوگوں کے نزدیک انصاف بھی کچھ چیز ہے اور عقل بھی کوئی شے قابل لحاظ ہے تو یا تو ایسی دلائل صدق اور راستی کی کہ جن پر قرآن شریف مشتمل ہے جن کو ہم فصلِ اوّل سے لکھنا شروع کریں گے۔ کسی اپنی کتاب سے نکال کر دکھلاؤ اور یا حیا اور شرم کی صفت کو عمل میں لا کر زبان درازی چھوڑو۔ اور اگر خدا کا کچھ خوف ہے اور نجات کی کچھ خواہش ہے تو ایمان لاؤ اب یہ مقدمہ ختم ہو گیا اور جس قدر ہم نے مطالب بالائی لکھنے تھے سب لکھ چکے بعد اسکے اصل مطلب کتاب کا شروع ہو گا اور دلائل حقیت قرآن شریف اور صدق نبوت آنحضرتؐ کی بسط اور تفصیل سے بیان کی جائیں گی۔" (صفحہ: 119 تا 122)

❁ براہین احمدیہ جس قسم کے فوائد پر مشتمل ہو گی اس کا ذکر کرتے ہوئے مقدمہ کے آخر پر آپ علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:

"بالآخر بعد تحریر تمام مراتب ضروریہ کے اس بات کا واضح کرنا بھی اسی مقدمہ میں قرین مصلحت ہے جو کن کن قسموں کے فوائد پر یہ کتاب مشتمل ہے۔ تا وہ لوگ جو حقانی صداقتوں کے جان لینے پر جان دیتے ہیں اپنے روحانی محبوب کی خوشخبری پاویں۔ اور تا ان پر جو راستی کے بھوکے اور پیاسے ہیں۔ اپنی دلی مراد کا راستہ ظاہر ہو جاوے۔ سو وہ فوائد چھ (6) قسم کے ہیں۔ جو بہ تفصیل ذیل ہیں:

<u>اوّل اس کتاب میں یہ فائدہ ہے</u> کہ یہ کتاب مہمات دینیہ کے تحریر کرنے میں ناقص البیان نہیں بلکہ وہ تمام صداقتیں کہ جن پر اصول علم دین کے مشتمل ہیں اور وہ تمام حقائق عالیہ کہ جن کی ہیئت اجتماعی کا نام اسلام ہے وہ سب اس میں مکتوب اور مرقوم ہیں۔ اور یہ ایسا فائدہ ہے کہ جس سے پڑھنے والوں کو ضروریات دین پر احاطہ ہو جاوے گا اور کسی مغوی اور بہکانے والے کے پیچ میں نہیں آئیں گے۔ بلکہ دوسروں کو وعظ اور نصیحت اور ہدایت کرنے کے لئے ایک کامل استاد اور ایک عیار رہبر بن جائیں گے۔

دوسرا یہ فائدہ کہ یہ کتاب تین سو محکم اور قوی دلائل حقیت اسلام اور اصول اسلام پر مشتمل ہے کہ جن کے دیکھنے سے صداقت اس دین متین کی ہر یک طالب حق پر ظاہر ہو گی بجز اس شخص کے کہ بالکل اندھا اور تعصب کی سخت تاریکی میں مبتلا ہو۔

تیسرا یہ فائدہ کہ جتنے ہمارے مخالف ہیں یہودی، عیسائی، مجوسی، آریہ، برہمو، بت پرست، دہریہ، طبعیہ، اباحتی، لامذہب سب کے شبہات اور وساوس کا اس میں جواب ہے۔ اور جواب بھی ایسا جواب کہ دروغگو کو اس کے گھر تک پہنچایا گیا ہے اور پھر صرف رفع اعتراض پر کفایت نہیں کی گئی بلکہ یہ ثابت کر کے دکھلایا گیا ہے کہ جس امر کو مخالف ناقص الفہم نے جائے اعتراض سمجھا ہے وہ حقیقت میں ایک ایسا امر ہے کہ جس سے تعلیم قرآنی کی دوسری کتابوں پر فضیلت اور ترجیح ثابت ہوتی ہے نہ کہ جائے اعتراض اور پھر وہ فضیلت بھی ایسی دلائل واضح سے ثابت کی گئی ہے کہ جس سے معترض خود معترض الیہ ٹھہر گیا ہے۔

چوتھا یہ فائدہ جو اس میں بمقابلہ اصول اسلام کے مخالفین کے اصول پر بھی کمال تحقیق اور تدقیق سے عقلی طور پر بحث کی گئی ہے اور تمام وہ اصول اور عقائد ان کے جو صداقت سے خارج ہیں بمقابلہ اصول حقہ قرآنی کے ان کی حقیقت باطلہ کو دکھلایا گیا ہے۔ کیونکہ قدر ہر یک جوہر بیش قیمت کا مقابلہ سے ہی معلوم ہوتا ہے۔

پانچواں اس کتاب میں یہ فائدہ ہے کہ اس کے پڑھنے سے حقائق اور معارف کلامِ ربانی کے معلوم ہو جائیں گے اور حکمت اور معرفت اس کتاب مقدس کی کہ جس کے نور روح افروز سے اسلام کی روشنی ہے سب پر منکشف ہو جائے گی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

چھٹا یہ فائدہ ہے جو اس کتاب کے مباحث کو نہایت متانت اور عمدگی سے قوانین استدلال کے مذاق پر مگر بہت آسان طور پر کمال خوبی اور موزونیت اور لطافت سے بیان کیا گیا ہے اور یہ ایک ایسا طریقہ ہے کہ جو ترقی علوم اور پختگی فکر اور نظر کا ایک اعلیٰ ذریعہ ہو گا۔ کیونکہ دلائل صحیحہ کے توغل اور استعمال سے قوتِ ذہنی بڑھتی ہے اور ادراک امور دقیقہ میں طاقت مدرکہ تیز ہو جاتی ہے اور بباعث ورزش براہین حقہ کے عقل سچائی پر ثبات اور قیام پکڑتی ہے۔ اور ہر یک امر متنازع کی اصلیت اور حقیقت دریافت کرنے کے لئے ایک ایسی کامل استعداد اور بزرگ ملکہ پیدا ہو جاتا ہے کہ جو تکمیل قوائے نظریہ کا موجب اور نفس ناطقہ انسان کے لئے ایک منزل اقصیٰ کا کمال ہے کہ جس پر تمام سعادت اور شرف نفس کا موقوف ہے۔ " (صفحہ: 128 تا 131)

❁❁❁❁❁

قرآن مجید:

وَ اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ۔(الفاطر: 25)

ترجمہ: اور کوئی امّت نہیں مگر ضرور اس میں کوئی ڈرانے والا گزرا ہے۔

بین الا قوامی رنجشوں کو دور کرنے کے لئے قرآن مجید کی رہنمائی

(سید میر محمود احمد ناصر)

اوّل:

بین الا قوامی رنجشوں میں ایک رنجش جو ماضی میں شدت سے ہوتی رہی اور اب بھی ہے وہ ایک قوم کا دوسری قوم کے انبیاء اور مذہبی بزرگوں کو بُرا بھلا کہنے اور تحقیر کرنے کی وجہ سے ہوتی رہی ہے۔ ایک قوم کے لوگ جہاں اپنے مذہبی بزرگوں سے والہانہ محبت کا اظہار کرتے رہے وہاں دوسری اقوام کے بزرگوں کو بلاضرورت نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھتے رہے اور یہ جذباتی رنجش قوموں اور ملکوں میں خون کی ندیاں جاری کرنے کا موجب بھی بنتی رہی۔

قرآن مجید نے اس کا ایک نہایت عمدہ علاج بیان فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ: وَ اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ۔(الفاطر: 25) کہ کوئی امت نہیں خواہ وہ دنیا کے کسی ملک یا علاقہ میں بستی ہو، کیا زبان بولتی ہو، کیا رنگ رکھتی ہو، اس بات سے بے نیاز ہو کر یہ یاد رکھو کہ دنیا کی ہر قوم میں ہر علاقہ میں اللہ تعالیٰ مامور بھیجتا ہے اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ ایک امت کے لوگ دوسری امت کے بزرگوں کو برا بھلا کہیں اور تحقیر کی نظر سے دیکھیں۔

دوم:

بین الاقوامی رنجش کا دوسرا بڑا باعث اقوام عالم میں یہ تصور بنا کہ وہ باقی تمام اقوام سے علمی اور ذہنی اور نسلی لحاظ سے برتری اور فضیلت رکھتی ہیں اور یہ تصور آج بھی موجود ہے۔ اور کشت و خون کا باعث بھی بنتا رہا ہے۔ قرآن شریف نے سورۃ الحجرات میں اس تصور کی جڑھ کاٹی ہے اور بڑے زور دار الفاظ میں فرمایا ہے کہ:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۔(الحجرات: 14)

اے ساری انسانیت! ہم نے تم سب کو مرد و عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا مگر یہ تقسیم باہمی معرفت کے لئے ہے نہ کہ تحقیر اور نفرت کے لئے۔ ایک دوسرے سے معزز بننے کے لئے۔ مگر عزت و کرامت کا معیار قومی اور نسلی امتیاز نہیں بلکہ خدا کے نزدیک تقویٰ ہے اور ظاہر ہے کہ جو تقویٰ میں زیادہ ہوتا ہے وہ سب سے زیادہ اپنے آپ کو کمتر جانتا ہے۔ نہ سمجھو کہ خدا کو ان باتوں کا علم نہیں۔ وہ خوب جانتا ہے اور خوب علم رکھتا ہے۔

سوم:

بین الاقوامی رنجشوں کا ایک بڑا باعث قدرت کی طرف سے زمین میں رکھے گئے خزائن ہیں جن پر طاقتور اقوام کا ناجائز قبضہ اور غلط رنگ میں تقسیم ہے۔

قرآن کریم رہنمائی فرماتا ہے: هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۔(البقرہ: 30) کہ وہ جو اللہ تعالیٰ نے زمین میں پیدا کیا ہے وہ کسی ایک قوم یا ملک یا کسی ایک رنگ یا نسل یا زبان کے لوگوں کے لئے نہیں ہے وہ تم سب کے لئے ہے۔ آج کی دنیا میں اس رہنمائی پر عمل نہ کرنا بہت رنجشوں کا باعث ہے۔

چہارم:

بین الاقوامی رنجشوں کے نتیجہ میں قوموں میں باہمی جنگ و جدال سے کرہ ارض کی زمین سرخ ہے قرآن کریم فرماتا ہے کہ:

وَ اِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ

تَبْغِیْ حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰۤی اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَ اَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ۔(الحجرات: 10)

اور اگر مومنوں میں سے دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرواؤ پس اگر ان میں سے ایک دوسری کے خلاف سرکشی کرے تو جو زیادتی کر رہی ہے اس سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے فیصلہ کی طرف لوٹ آئے پس اگر وہ لوٹ آئے تو ان دونوں کے درمیان عدل سے صلح کرواؤ اور انصاف کرو یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

فرماتا ہے کہ دو قوموں کی باہمی جنگ کے نتیجہ میں دوسری اقوام کا فرض ہے کہ ہر طرح سے دونوں قوموں میں صلح کرانے کی کوشش کریں لیکن اگر ایک قوم حق پر نہ ہوتے ہوئے بھی صلح پر تیار نہیں ہوتی ہے تو اس جنگ کو بند کرانے اور حق دار کو حق دلوانے کے لئے ناجائز اور ظلم کرنے والے کے خلاف باقی اقوام کو اس سے جنگ کرنا لازمی ہو جاتا ہے۔ بڑے نقصان کے تدارک کے لئے چھوٹے پیمانہ کے نقصان اٹھانے ہی پڑتے ہیں۔

پنجم:

بڑی اقوام کی سطح پر تو نہیں مگر چھوٹے قبائل اور علاقائی سطح پر زبان کا اختلاف بھی باہمی رنجش کا باعث بنتا ہے۔ قرآن شریف کی رو سے تمام زبانیں ایک آسمانی زبان سے نکلی اور اس کی بنین و بنات ہیں اس لئے زبان کے اختلاف پر باہمی کش مکش کسی طرح بھی درست نہیں۔

ششم:

یہ مذکورہ بالا پانچ امور دراصل ایک بات کے گرد ہی گھومتی ہیں اگر دنیا کے مختلف زبان رنگ و نسل اور تمدن و علاقہ رکھنے والی اقوام ساری دنیا کے ایک خالق و مالک کو مان لیں تو اس کی توحید تمام اقوام کی وحدت کی زبردست زنجیر ہے۔

اے کاش! دنیا اس نکتہ کو سمجھ لے۔

❁❁❁❁❁

قسط سوم

انجیل متی کی تفسیر

(ابن مقبول)

متی باب 1 آیت 18 تا 25

یسوع مسیح کی پیدائش

”اب یسوع مسیح کی پیدائش اس طرح ہوئی کہ جب اس کی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ ہو گئی تو ان کے اکٹھے ہونے سے پہلے وہ روح القدس کی قدرت سے حاملہ پائی گئی۔ پس اس کے شوہر یوسف نے جو راستباز تھا اور اسے بدنام کرنا نہیں چاہتا تھا اسے چپکے سے چھوڑ دینے کا ارادہ کیا۔ وہ ان باتوں کو سوچ ہی رہا تھا کہ خداوند کے فرشتہ نے اسے خواب میں دکھائی دے کر کہا اے یوسف ابن داؤد اپنی بیوی مریم کو اپنے ہاں لے آنے سے نہ ڈر کیونکہ جو اس کے پیٹ میں ہے وہ روح القدس کی قدرت سے ہے۔ اس کے بیٹا ہو گا اور تو اس کا نام یسوع رکھنا کیونکہ وہی اپنے لوگوں کو ان کے گناہوں سے نجات دے گا۔ یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ جو خداوند نے نبی کی معرفت کہا تھا وہ پورا ہو کہ دیکھو ایک کنواری حاملہ ہو گی اور بیٹا جنے گی اور اس کا نام عمانوایل رکھیں گے جس کا ترجمہ ہے خدا ہمارے ساتھ۔ پس یوسف نے نیند سے جاگ کر ویسا ہی کیا جیسا خداوند کے فرشتہ نے اسے حکم دیا تھا اور اپنی بیوی کو اپنے ہاں لے آیا۔ اور اس کو نہ جانا جب تک اس کے بیٹا نہ ہوا اور اس کا نام یسوع رکھا۔“

ان آیات میں یسوع کی پیدائش، ان کے بے باپ ہونے، ان کی والدہ کے روح القدس کی قدرت سے حاملہ ہونے اور ان کی پیدائش کے بارہ میں پرانے عہد نامہ کی ایک مزعومہ پیشگوئی اور یوسف کے ازدواجی تعلقات کا ذکر ہے۔ ان باتوں پر ہم تفصیل سے نظر ڈالتے ہیں۔

❁ پہلی بات تو یہ کہی گئی ہے کہ حضرت مریمؑ کی منگنی یوسف سے ہوئی مگر ان کے اکٹھے ہونے سے قبل ہی حضرت

مریم حاملہ پائی گئیں۔ یہاں واضح طور پر یہ اشارہ موجود ہے کہ حضرت مسیح کی پیدائش کے بعد حضرت مریم اور یوسف کے ازدواجی تعلقات ہوئے۔ چنانچہ یوسف اپنی بیوی مریم کو اپنے گھر لے آئے مگر ”اس کو نہ جانا جب تک اس کے بیٹا نہ ہوا۔“ یہ آیت نمبر 25 یونانی میں اس طرح ہے:

25 καὶ οὐκ ἐγίνωσκεν

ἐκάλεσεν· τὸ ὄνομα αὐτοῦ ᾿Ιησοῦν.

اس کا بامحاورہ ترجمہ واچ ٹاور بائبل سوسائٹی کے ترجمہ میں اس طرح کیا گیا ہے:

But he had no intercourse with her until she gave birth to a son.

مفہوماً ترجمہ: لیکن اس نے اس سے ہمبستری نہیں کی جب تک کہ اس کے ہاں بیٹا نہ ہو جائے۔

اور انٹرپریٹرز بائبل میں اس آیت پر یہ تبصرہ ہے:

The phrase does not support the theory of Mary’s perpetual virginity.

یہ جملہ مریم کی دائمی کنواری کے نظریہ کی حمایت نہیں کرتا۔

مگر حیرت ہے کہ متی کی انجیل کے اس واضح بیان کے باوجود ایک بہت بڑا گروہ حضرت مریم کو دائمی کنواری کے لقب سے ذکر کرتا ہے۔ ان کے لئے نعوذ باللہ ”خدا کی ماں“ کے الفاظ استعمال کرتا ہے اور اس کے متعلق بھی یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ وہ حضرت مسیح کی طرح آسمان پر اٹھائی گئیں۔

اناجیل میں حضرت مسیح کے چار بھائیوں اور بہنوں کا ذکر موجود ہے۔ چنانچہ مرقس کی انجیل کے باب 6 میں لکھا ہے کہ یسوع کے اہل وطن نے ان کے کاموں اور حکمت پر تعجب کرتے ہوئے کہا:

”کیا یہ وہی بڑھئی نہیں جو مریم کا بیٹا اور یعقوب اور یوسیس اور یہوداہ اور شمعون کا بھائی ہے اور کیا اس کی بہنیں یہاں ہمارے ہاں نہیں۔“ (مرقس باب 6 آیت 3)

متی میں لکھا ہے:

”کیا یہ بڑھئی کا بیٹا نہیں اور اس کی ماں کا نام مریم اور اس کا بھائی یعقوب اور یوسف اور شمعون اور یہودہ نہیں اور کیا اس کی سب بہنیں ہمارے ہاں نہیں۔“ (متی باب 13 آیت 55)

ان بھائی بہنوں کے متعلق بعض دفعہ بغیر کسی حوالے اور دلیل کے یہ تاویل کی جاتی ہے کہ یہ یوسف کی پہلی بیوی کی اولاد تھی یا یسوع کی خالہ کی اولاد تھی۔

پادری ڈم میلو صاحب جو ایک پر جوش عیسائی ہیں اپنی تفسیر میں کلیۃً اس بات سے انکار نہیں کرتے کہ یوسف اور حضرت مریم کے ازدواجی تعلقات بعد میں ہوئے۔

❁ دوسری بات جو اس حصہ میں قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ لکھا ہے:

"جب اس کی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ ہو گئی تو ان کے اکٹھے ہونے سے پہلے وہ روح القدس کی قدرت سے حاملہ ہو گئی۔" (متی باب 1 آیت 18)

پھر لکھا ہے:

"خواب میں یوسف کو کہا گیا: اے یوسف ابن داؤد اپنی بیوی مریم کو اپنے ہاں لے آنے سے نہ ڈر کیونکہ جو اس کے پیٹ میں ہے وہ روح القدس کی قدرت سے ہے۔" (متی باب 1 آیت 20)

سوال یہ ہے کہ روح القدس کی قدرت سے حاملہ ہونے سے کیا مراد ہے؟ جہاں تک بعد کے عیسائی عقیدہ کا تعلق ہے روح القدس الوہیت کے تین اقانیم میں سے ہے جو حقیقتاً باپ اور بیٹے سے ممتاز ہے اور باپ اور بیٹے کے مساوی المرتبہ ہے اور روح القدس بھی خدا ہے جس طرح باپ خدا ہے، جس طرح بیٹا خدا ہے۔ اب اس عقیدہ کے ساتھ متی کے اس فقرہ کا کیا مطلب ہوا؟ کیا یہ حمل خدا باپ کی قدرت سے نہیں تھا؟ خدا بیٹے کی قدرت سے نہیں تھا؟ صرف خدا روح القدس کی قدرت سے تھا؟ کیا روایتی عقائد کو ماننے والے علماء بائبل کی اس بات کی کوئی وضاحت کریں گے؟

اس بارہ میں قرآن مجید کا بیان بالکل واضح اور معقول ہے کہ فرشتہ روح القدس نے حضرت مریم کو انسانی شکل میں تجلی کر کے ایک بیٹے کی بشارت دی۔

❁ تیسری بات جو اس بیان میں کہی گئی ہے یہ ہے کہ یسوع بے باپ تھے اور کئی صدیوں تک یہ بات پیش کی جاتی رہی کہ دیکھو یہ بہت بڑا ثبوت مسیح کی الوہیت کا ہے۔ ہم حیران ہیں کہ کوئی شخص اگر بغیر باپ کے ہے یا بغیر باپ کے سمجھا جاتا ہے تو یہ اس کے خدا ہونے کا کس طرح ثبوت ہو سکتا ہے۔ کسی ایسے شخص کا جو ہر لحاظ سے ہر طرح سے انسان نظر آتا ہو کھاتا پیتا، چلتا پھرتا، سوتا جاگتا ہو، اس کے متعلق اگر کوئی کہے کہ یہ شخص بغیر باپ کے ہے تو کوئی شخص اس کو خدا تو نہیں قرار دے گا (شاید اس کی ماں کے بارہ میں مشکوک خیالات کا اظہار کرے) الحمد للہ کہ آج کی دنیا میں اب یہ خیال مٹتا چلا جاتا ہے۔ پرانے زمانہ کی تاریخ اور آج کل کی سائنس نے یہ امر قریباً ثابت کر دیا ہے کہ ظاہر نظر مرد کی غیر موجودگی میں بھی ایک عورت حاملہ ہو سکتی ہے۔

متی کے اس پہلے باب میں نمایاں شخصیت یوسف کی ہے جو حضرت مریم کے شوہر تھے۔ چونکہ متی کی انجیل پر

یہودی خیالات غالب ہیں اور یہود میں یہ خیال غالب تھا کہ آنے والا مسیح حضرت داؤدؑ کی اولاد سے ہو گا اور یسوع حضرت مریم کے بیٹے تھے جو حضرت داؤدؑ کی اولاد سے نہیں تھیں بلکہ لاوی قبیلہ سے تھیں اس لئے متی کا انجیل نویس بار بار یوسف کا ذکر کرتا ہے کیونکہ یوسف کو حضرت داؤدؑ کی اولاد سے قرار دے کر وہ یسوع کو ابن داؤد کہہ کر ان کو یہود کے سامنے مسیح کے ابن داؤد ہونے کی پیشگوئی یشوع پر چسپاں کرنا چاہتا ہے حالانکہ یوسف کا یسوع سے کوئی نسبی تعلق نہ تھا۔ یوسف نے جو خواب دیکھا اس میں ان کو کہا گیا:

> "اے یوسف ابن داؤد اپنی بیوی مریم کو اپنے ہاں لے آنے سے نہ ڈر کیونکہ جو اس کے پیٹ میں ہے وہ روح القدس کی قدرت سے ہے۔ اس کے بیٹا ہو گا اور تو اس کا نام یسوع رکھنا کیونکہ وہی اپنے لوگوں کو ان کے گناہوں سے نجات دے گا۔" (متی باب 1 آیت: 20،21)

اس بیان سے بعض لوگ مسیحی کفارہ کے حق میں استنباط کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ مسیحی کفارہ کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ موسوی شریعت پر عمل ضروری نہیں اور مسیح کی صلیبی موت پر ایمان لانا نجات کے لئے کافی ہے۔ ان دونوں باتوں کا تو یہاں کوئی ذکر نہیں صرف یہ بیان ہے کہ مریم کے بیٹے کا نام یسوع رکھنا جس کے لفظی معنی ہیں کہ "خدا نجات ہے" یہی نام حضرت موسیٰ کے جانشین کا تھا اور اس فقرہ سے کہ وہ اپنے لوگوں کو گناہ سے بچائے گا سے بھی کفارہ کا کوئی استنباط نہیں ہوتا کیونکہ ہر نبی لوگوں کو گناہ سے بچانے آتا ہے۔ البتہ اس فقرہ میں حضرت مسیح کے محدود مشن کا ضرور اشارہ ہے کیونکہ لکھا ہے کہ "وہی اپنے لوگوں کو ان کے گناہوں سے نجات دے گا" اور اپنے لوگوں سے مراد بنی اسرائیل ہیں جیسا کہ انٹرپرٹرز بائبل والے لکھتے ہیں:

> His people is the honorific title of Israel.
>
> اس کے لوگ اسرائیل کا اعزازی لقب ہے۔

❁ اس باب کی آخری آیات (آیات 22،23) پر معمولی غور بھی اس بات کے ثبوت کے لئے کافی ہے کہ نہ صرف یہ کہ یہ کتاب خدا کا کلام نہیں بلکہ جس انسان نے یہ لکھی ہے اس کی امانت و دیانت بھی محل نظر ہے۔ آیات یہ ہیں:

> یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ جو خداوند نے نبی کی معرفت کہا تھا وہ پورا ہو کہ دیکھو ایک کنواری حاملہ ہو گی اور بیٹا جنے گی اور اس کا نام عمانوایل رکھیں گے جس کا ترجمہ ہے خدا ہمارے ساتھ۔"[1]

[1] متی باب 1 آیات 22،23

ان آیات میں کمال ہوشیاری سے پرانے عہد نامہ کی ایک پیشگوئی کو یسوع کی پیدائش پر چسپاں کیا گیا ہے حالانکہ اگر آپ اس پیشگوئی کو پرانے عہد نامہ میں پڑھیں تو خوب کھل جائے گا کہ اس کا یسوع کی پیدائش کے واقعہ سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ یہ پیشگوئی یسعیاہ باب 7 آیت 10 تا 17 میں اس طرح سے ہے:

"پھر خداوند نے آخز سے فرمایا خداوند اپنے خدا سے کوئی نشان طلب کر خواہ نیچے پاتال میں خواہ اوپر بلندی پر لیکن آخز نے کہا میں طلب نہیں کروں گا اور خداوند کو نہیں آزماؤں گا۔ تب اس (یعنی حضرت یسعیاہ نبی) نے کہا اے داؤد کے خاندان اب سنو کیا تمہارا انسان کو بیزار کرنا کوئی ہلکی بات ہے کہ میرے خدا کو بھی بیزار کروگے لیکن خداوند آپ تم کو ایک نشان بخشے گا۔ دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا پیدا ہوگا اور وہ اس کا نام عمانوایل رکھے گی وہ دہی اور شہد کھائے گا جب تک وہ نیکی اور بدی کے رد و قبول کے قابل نہ ہو پر اس سے پیشتر کہ یہ لڑکا نیکی اور بدی کے قبول کے قابل ہو یہ ملک جس کے دونوں بادشاہوں سے تجھ کو نفرت ہے ویران ہو جائے گا۔" (یسعیاہ باب 7 آیت: 10 تا 16)

یہ اردو ترجمہ مسیحیوں کے ترجمہ بائبل سے ماخوذ ہے۔ اس ترجمہ کو بھی درست مان لیا جائے جو پوری طرح درست نہیں جیسا کہ آگے چل کر وضاحت ہوگی تو بھی اس حوالہ اور اس کے سیاق وسباق سے خوب واضح ہے کہ ان الفاظ میں یسوع کی ولادت کی پیشگوئی کی طرف اشارہ بھی نہیں۔ اس میں صرف یہ ذکر ہے کہ ایک بچہ پیدا ہو کر ابھی نیکی و بدی کے قابل نہیں ہوا ہوگا کہ اسے داؤد کے خاندان کے لوگوں جن میں سے آخز، اس وقت حضرت داؤدؑ کے خاندان کی حکومت کا بادشاہ تھا۔ وہ دونوں ملک جو تمہارے لئے باعث تکلیف بنے ہوئے ہیں اور تمہارے لئے قابل نفرت ہیں یعنی شمال کی یہودی حکومت جس کا دارالسلطنت سامریہ ہے اور شام کی حکومت جس کا دارالسلطنت دمشق ہے تباہ وبرباد ہو جائیں گے اور یہ واقعہ اتنی دیر میں ہو جائے گا جتنی دیر میں ایک عورت حاملہ ہو کر بچہ جنے اور بچہ ابھی چھوٹا ہی ہو اور نیکی و بدی کی پہچان کے لائق نہ ہو۔ چنانچہ A Commentary of the Bible by Arthur S. Peaks کے مفسروں نے عیسائی ہوتے ہوئے بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے:

> The sign is to be fulfilled in the near future since it is given for a pressing emergency. It has therefore no reference to the birth of Jesus more than seven hundred year later.[1]

[1] Arthur S. Peake, A Commentary on the Bible, 1957 Published by T.C. & E. C. Jack LTD. London, p: 442

یہ نشان مستقبل قریب میں پورا ہونا ہے کیونکہ یہ ایک اہم ہنگامی صورتحال کے لئے دیا گیا ہے۔ اس لئے سات سو سال بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے کوئی مطابقت نہیں۔

ظاہر ہے کہ متی کے انجیل نویس نے پرانے عہد نامہ کی اس پیشگوئی کو جو اس کے نزدیک الہامی کتاب ہے بالکل غلط رنگ میں یسوع پر چسپاں کرنے کی کوشش کی ہے جو اس کی دیانتداری کو مشتبہ کرتی ہے۔

یہ بھی مد نظر رہے کہ یسوع پر اس پیشگوئی کو چسپاں کرنے کے لئے عبرانی لفظ "علمہ" کا ترجمہ کنواری کیا گیا ہے۔ حالانکہ عبرانی میں علمہ کا لفظ قابل شادی عورت کے بارہ میں بولا جاتا ہے خواہ وہ کنواری ہو یا نہ ہو۔

یہ بھی یاد رہے کہ متی کے انجیل نویس نے اپنی عبارت میں پرانے عہد نامہ کی پیشگوئی کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"دیکھو ایک کنواری حاملہ ہو گی اور اس کا نام عمانوایل رکھیں گے جس کا ترجمہ ہے خدا ہمارے ساتھ۔" (متی باب 1 آیات 22،23)

اور اس طرح یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ پیشگوئی کے مطابق لوگ یسوع کو "خدا ہمارے ساتھ" کا نام دیں گے اور اس طرح اپنی طرف سے یسوع کی الوہیت کا استنباط کرنے کی کوشش کی ہے حالانکہ اصل پیشگوئی میں یہ الفاظ ہیں:

"دیکھو ایک کنواری حاملہ ہو گی اور بیٹا پیدا ہو گا اور وہ اس کا نام عمانوایل رکھے گی۔" (یسعیاہ باب 7 آیت 15)

یعنی ماں اس بیٹے کا نام عمانویل رکھے گی۔ گویا خدا اس بیٹے کے ساتھ ہو گا مگر متی کے انجیل نویس کی کوشش ہے کہ یہ مضمون پیدا کرے کہ لوگ یسوع کو خدا کہا کریں گے۔

الغرض متی کی یہ آیات ہی (باب 1 آیات 22،23) نئے عہد نامہ کے خدائی کلام ہونے کے خلاف قطعی ثبوت ہیں۔

(جاری ہے)

❁❁❁❁❁

کیا یسعیاہ باب 53 میں دکھ اٹھانے والے خادم سے مراد یسوع ناصریؑ ہیں؟

(سید میر محمود احمد ناصر)

پرانے عہد نامہ میں ایک ”دکھ اٹھانے والے خادم“ کا ذکر ہے۔ عام طور پر ”یسعیاہ باب 53 میں مذکور خادم“ کے نام سے متعارف ہے۔ بہت سے اہل کتاب اس سے مراد ”یسوع ناصری“ لیتے ہیں۔ اور اس کو یسوع ناصری کے کفارہ پر چسپاں کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر اہل کتاب میں وہ لوگ بھی ہیں جو اس خادم سے مراد امت موسوی یا امت بنی اسرائیل لیتے ہیں۔

اگر ذرا غور سے پڑھا جائے تو اس عبارت کو جسے پیشگوئی کہا جاتا ہے ہرگز یسوع ناصری پر چسپاں نہیں کیا جاسکتا۔ مگر پہلے یسعیاہ باب 53 یہاں اردو ترجمہ میں نقل کر دیتے ہیں اور پھر اس پر تبصرہ کرتے جاتے ہیں۔ غور سے پڑھیئے۔ لکھا ہے:

”ہمارے پیغام پر کون ایمان لایا؟ اور خُداوند کا بازو کس پر ظاہر ہوا؟ پر اس کے آگے کونپل کی طرح اور خشک زمین سے جڑ کی مانند پھوٹ نکلا ہے۔ نہ اُس کی شکل وصورت ہے نہ خوب صورت اور جب ہم اُس پر نگاہ کریں تو کچھ حسن وجمال نہیں کہ ہم اُس کے مشتاق ہوں۔ وہ آدمیوں میں حقیر ومردود۔ لوگ اُس سے گویا روپوش تھے۔ اُس کی تحقیر کی گئی اور ہم نے اس کی کچھ قدر نہ جانی۔ تو بھی اس نے ہماری مشقتیں اٹھالیں اور ہمارے غموں کو برداشت کیا۔ پر ہم نے اسے خدا کا مارا کوٹا اور ستایا ہوا سمجھا۔ حالانکہ وہ ہماری خطاؤں کے سبب سے گھایل کیا گیا اور ہماری ہی سلامتی کے لئے اس پر سیاست ہوئی تاکہ اس کے مار کھانے سے ہم شفا پائیں۔

ہم سب بھیڑوں کی مانند بھٹک گئے ہم میں سے ہر ایک اپنی راہ کو پھرا پر خداوند نے ہم سب کی بدکرداری اُس پر لادی۔ وہ ستایا گیا تو بھی اُس نے برداشت کی اور منہ نہ کھولا۔ جس طرح برہ جسے ذبح کرنے کو لے جاتے ہیں اور جس طرح بھیڑ اپنے بال کترنے والوں کے سامنے بے زبان ہے۔ اُسی طرح خاموش رہا۔

وہ ظلم کرکے اور فتویٰ لگا کر اُسے لے گئے پر اُس کے زمانہ کے لوگوں میں سے کس نے خیال کیا کہ وہ زندوں کی زمین سے کاٹ ڈالا گیا؟ میرے لوگوں کے سبب اُس پر مار پڑی۔ اس کی قبر بھی شریروں کے درمیان ٹھہرائی گئی اور وہ اپنی موت میں دولت مندوں کے ساتھ ہوا حالانکہ اس نے کسی طرح کا ظلم نہ کیا اور اس کے منہ میں ہرگز چھل نہ تھا۔" (یسعیاہ باب 53 آیت 1 تا 9)

یسعیاہ 53 باب کی باقی عبارت سے ان دو پیراگراف پر کچھ تبصرہ عرض ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ اسی حصّہ عبارت سے زیادہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ عبارت یسوع ناصری کے متعلق ہے۔ مگر مدّ نظر رکھیں کہ اگرچہ اس میں دکھ اٹھانے والے خادم کے دکھوں کا ذکر ہے اور یسوع ناصری نے دکھ اٹھائے مگر دنیا کی تاریخ دکھ اٹھانے والوں کی تاریخ سے بھری پڑی ہے۔ قرآن شریف میں حضرت ایوبؑ کے دکھوں کا ذکر بھی ہے۔ اس عبارت میں کوئی ایسا فقرہ یا لفظ نہیں جس سے یہ استنباط ہوتا ہو کہ یہ قطعی طور پر یسوع کے متعلق ہے۔ نہ یسوع کا نام ہے نہ اس کے زمانہ کا ذکر ہے نہ کوئی اور ایسی بات جس سے قطعی طور پر ظاہر ہو کہ اس سے مراد یسوع ناصری ہیں۔

دوسری بات یہ بھی مدّ نظر رکھیں کہ اس عبارت میں ایک بات یہ کہی گئی ہے کہ "اس نے ہماری مشقتیں اٹھالیں" مگر واقعہ تو یہ ہے کہ یسوع نے اپنے دعویٰ کے بعد صرف چار سال اس دنیا میں گزارے پھر آسمان پر اٹھالئے گئے۔ فرمایئے کہ ان چار سال میں یسوع نے کتنے لوگوں کو تکالیف سے بچایا، کیا یسوع نے غریب لوگوں کی مالی تکالیف دور کرنے کی کوئی کوشش کی؟ کتنے لوگوں کے علاج کرنے کی تکلیف اٹھائی۔ جو شفا کے معجزات یسوع کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں ان میں مبالغہ آمیزی نظر آتی ہے۔ اور اگر مان بھی لیا جائے تو اس سے شفا کے زیادہ بڑے واقعات دوسرے لوگوں کی زندگی میں نظر آتے ہیں۔

ایک فقرہ یہ ہے کہ "وہ ستایا گیا تو بھی اُس نے برداشت کی اور منہ نہ کھولا۔" مگر آپ کے نئے عہد نامہ میں تو لکھا ہے کہ بلند آواز سے یسوع نے کہا: ایلی ایلی لما سبقتانی۔ بظاہر نظر تو اس نے خدا سے بھی شکوہ کیا اور واقعہ صلیب سے پہلے اس نے گتسمنی کے باغ میں نہایت درد کے ساتھ رُو رُو کے دعائیں کیں کہ یہ پیالہ ٹل جائے۔

پھر اس عبارت میں لکھا ہے کہ "اس کی قبر بھی شریروں کے درمیان ٹھہرائی گئی۔" فرمایئے وہ کون سی قبر تھی جو شریروں کے درمیان تھی۔ یسوع کو تو زیادہ سے زیادہ ایک آدھ رات یوسف آرمیتیا کی کمرہ نما قبر میں رکھا گیا جہاں اور کوئی قبر نہ تھی۔ یہ علامت بھی یسوع ناصری پر پوری نہیں اترتی۔

پھر یہ بھی لکھا ہے "وہ اپنی موت میں دولت مندوں کے ساتھ ہوا" یہ فقرہ کس طرح اور کن معنوں میں یسوع ناصری پر چسپاں ہوتا ہے؟

پھر یسعیاہ باب 53 آیت 10 میں لکھا ہے: ”لیکن خُداوند کو پسند آیا کہ اسے کچلے۔ اس نے اسے غمگین کیا۔ جب اس کی جان گناہ کی قربانی کے لئے گزرانی جائے گی تو وہ اپنی نسل کو دیکھے گا۔ اس کی عمر دراز ہو گی۔“

اب ان لوگوں سے ہمارا سوال ہے جو یسعیاہ باب 53 کے suffering servant سے مراد یسوع لیتے ہیں کہ کیا اُن کی عمر دراز ہوئی اور کیا انہوں نے اپنی نسل کو دیکھا؟ اگر آپ اس عبارت کو یسوع پر کرنا چاہتے ہیں تو لازماً آپ کو احمدیہ جماعت کے نظریہ سے اتفاق کرنا پڑے گا کہ یسوع ناصری صلیبی موت سے بچ گئے تھے اور انہوں نے ہجرت کی اور ان کی شادی بھی ہوئی اور اولاد بھی۔

پھر یسعیاہ باب 53 آیت 10 تا 12 میں لکھا ہے: ”اور خُداوند کی مرضی اس کے ہاتھ کے وسیلہ سے پوری ہو گی۔ اپنی جان ہی کا دکھ اٹھا کر وہ اسے دیکھے گا اور سیر ہو گا۔ اپنے ہی عرفان سے میرا صادق خادم بہتوں کو راست باز ٹھہرائے گا کیونکہ وہ ان کی بدکرداری خود اٹھالے گا۔ اس لئے میں اسے بزرگوں کے ساتھ حصہ دوں گا اور وہ لوٹ کا مال زور آوروں کے ساتھ بانٹ لے گا کیونکہ اس نے اپنی جان موت کے لئے انڈیل دی اور وہ خطاکاروں کے ساتھ شمار کیا گیا تو بھی اس نے بہتوں کے گناہ اٹھالئے اور خطاکاروں کی شفاعت کی۔“

اب ان لوگوں سے درخواست ہے کہ اس عبارت کو بھی غور سے پڑھیں۔ ایک بات تو یہ ہے کہ اس دکھ اٹھانے والے کا ذکر ”خادم“ کے لفظ سے کیا گیا ہے۔ کیا آپ کے نزدیک یسوع کا یہی مقام تھا؟ آپ تو اس کو truly god کہتے ہیں اس کی والدہ کو خدا کی ماں کہتے ہیں۔ کیا نوکر کے لفظ سے اس کو یاد کرنا ہتک نہیں، توہین نہیں؟

پھر لکھا ہے ”میں اسے بزرگوں کے ساتھ حصہ دوں گا۔“ فرمایئے کیا یہی خدا کا مقام ہے یا خدا کے خاص بیٹے کا مقام ہے۔

اور لکھا ہے ”اور وہ لوٹ کا مال زور آوروں کے ساتھ بانٹ لے گا۔“ فرمایئے ایک طرف تو آپ دوسرے مذاہب کے انبیاء پر لوٹ مار کا الزام لگاتے تھکتے نہیں۔ دوسری طرف خود یسوع کو اس بیان کا ہیرو قرار دے کر اس پر لوٹ کا الزام لگاتے ہیں۔

مزید لکھا ہے ”اس نے بہتوں کے گناہ اٹھالئے۔“ وہ تو چار سال میں واپس آسمان پر چلا گیا۔ اس دوراں بھی کہیں سے ایک فقرہ بھی دکھایئے جس میں اس نے کسی مرید کو کہا ہو کہ میں تمہارے گناہ اٹھاتا ہوں۔

❁❁❁❁❁

رڈّدہریت؛

تعارف کتاب وتبصرہ

GOD: The Failed Hypothesis

How Science Shows That God Does Not Exist

By Victor J. Stenger

(م الف۔ قاہر)

مصنف کا مختصر تعارف:

Victor John Stenger 29 جنوری 1935ء کو پیدا ہوئے اور 25 اگست 2014ء کو فوت ہو گئے۔ آپ امریکہ کے شہری تھے اور particle physicist فلاسفر اور قلم نگار بھی تھے۔

اپنی اصل فیلڈ پارٹیکل فزکس سے جڑنے کے ساتھ ساتھ وہ نئے الحادی دور کے رہنما بنتے چلے گئے اور انہوں نے سائنس کے مختلف موضوعات پر اور اسی طرح مذہب کے خلاف بھی بعض مشہور کتابیں لکھ کر اپنا لوہا منوایا۔ اپنی زندگی میں انہوں نے کل 12 کتابیں تصنیف کی ہیں جو فزکس، کوانٹم فزکس، فلکیات، فلسفہ، مذہب اور الحاد پر مشتمل ہیں۔

انہی میں سے 2007ء کی ایک مشہور زمانہ کتاب **God: The Failed Hypothesis** بھی شامل ہے اور اس مضمون میں دراصل اسی کتاب کا تعارف پیش کیا جا رہا ہے۔ ان کی آخری کتاب God and the Multiverse بھی مذہب کے رڈّ میں لکھے جانے والی کتب میں سے ایک اہم کتاب متصور ہوتی ہے، جو کہ 2014ء میں شائع ہوئی۔ سٹنگر مشہور اخبار Huffington Post کے بھی مستقل کالم نگار رہے ہیں۔

ان کی زندگی کا ایک لمبا عرصہ مذہب کے اثر کو سائنس پر سے ختم کرنے میں گزرا ہے اور ان کا ایک فقرہ جو انہوں نے ورلڈ ٹریڈ سینٹر کے حادثہ کے بعد کہا تھا وہ مذہب کے بارہ میں ان کے خیالات کی عکاسی کرتا ہے، ان کا کہنا تھا کہ "Science flies you to the moon. Religion flies you into buildings." یعنی سائنس تو تمہیں چاند پر اڑا لے جاتی ہے جبکہ مذہب تمہیں عمارتوں میں لے گھستا ہے۔

ان کی کچھ کتابیں یہ ہیں:

1. God and the Multiverse,
2. God and the Atom,
3. The Fallacy of Fine-Tuning ,
4. The New Atheism,
5. Has Science Found God?
6. Quantum Gods۔

کتاب کا مختصر تعارف:

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ "God: The Failed Hypothesis" کتاب کے مصنف Victor J. Stenger ہیں اور یہ کتاب 2007ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب کو کل 10 ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔

خاصیت: مصنف کے بقول اس کتاب کی خاصیت یہ ہے جو اس کو باقی کتب سے نمایاں کرتی ہے وہ اس کتاب کی سائنسی اپروچ ہے، یعنی مصنف کہتا ہے کہ سائنس اس دور میں اب ان سوالوں کا جواب دے سکتی ہے جو آج سے پہلے انسان لاعلمی کے نتیجے میں خدا کے ہونے کی دلیل کے طور پر استعمال کرتا تھا۔ اس لئے اب یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ خدا جیسی کوئی شے اپنا وجودِ ظاہری نہیں رکھتی جو عند العقل ہو، اس لئے یہ سب نظامِ کہنہ کسی مدبر ذات کے سہارے سے نہیں بلکہ قوانین قدرت کا ہی مرہونِ منت ہے۔

کتاب پر تبصرہ

باب اوّل: MODELS and METHODS

اس باب میں مصنف نے یہ بات واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ سب سے پہلے تحقیقی لحاظ سے خدا کے وجود کے

ہونے کا جائزہ لیا جائے مگر کیسے ؟اس کے لیے مصنف نے مختلف طریقے بیان کیے ہیں کہ کیسے اس موضوع کو عام سائنسی تحقیقات کے زمرہ میں لاکر اسی طرح جانچا جائے جیسے کسی بھی مفروضہ پر سائنسی تحقیق کی جاتی ہے۔چند چیزیں جن کو مصنف نے اس مضمون میں بیان کیاہے وہ یہ ہیں:

(1) خدا کے موجود ہونے کے کوئی ثبوت نہیں:

یعنی خدا کا وجود اگر ہوتا تو براہ راست نظر آجاتا مگر اس نے یہ کھیل خود ہی کیوں ایسا رچایا ہے کہ اگر ہم اسے دیکھنا چاہتے ہیں تو اس کی بنائی گئی چیزوں کو دیکھ کر ہی اس کا پتا لگایا جاسکتا ہے۔

جواب: خدا کی جب بھی کوئی تعریف ذہن میں آتی ہے تو ایک بات یہ بھی ہمارے گمان میں موجود ہوتی ہے کہ وہ لامحدود متصور ہو،اور انسانی قوانین جیسے قوانین اس پر نہ لگتے ہوں،کیونکہ بہر حال انسان محدود قویٰ کا حامل ہے اور اس کی استعداد میں کثیف ماہیت کو تجربہ میں لانا آسان ہے مگر لطیف اور زبردست طاقت رکھنے والی چیزوں مثلاً ATOM میں موجود توانائی کی طاقت کو انسان باآسانی مشاہدہ کرنے سے قاصر ہے،اسی طرح خدا جیسی ہستی یقیناً ایسی لطیف ہونی چاہیے جس کا احاطہ ہر شے پر ہو مگر انسانی تجربہ اسے حواس خمسہ کے تابع نہ لاسکے۔اسی لئے خدا نے خود اپنی تعریف کچھ یوں بتائی ہے کہ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ ۖ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ۔ (الانعام: 103)

آنکھیں اس کو نہیں پاسکتیں ہاں وہ خود آنکھوں تک پہنچتا ہے اور وہ بہت باریک بین اور ہمیشہ باخبر رہتا ہے۔

(2) کیا سائنس مافوق الفطرت چیزوں کا مطالعہ کر سکتی ہے؟

مصنف مزید بات کو بڑھاتا ہے اور اس باب میں مختلف اصول بتاتا ہے کہ کیسے خدا کے وجود کو مانا جاتا ہے۔ وہ خوابوں پر بحث کرتا ہے کہ لاکھوں خواب ایسے ہوتے ہیں جن کو انسان دیکھتا ہے لیکن اگر کبھی کوئی پورا ہو جاتا ہے تو اسے خدا کے وجود کی گواہی کے طور پر مان لیا جاتا ہے،یعنی انسان نے خود ہی یہ مفروضہ ایجاد کیا ہے اور اس کی حیثیت بھی ایسی ہی ہے جیسے سائنسدان مفروضہ پیش کرتے رہتے ہیں۔

ان خوابوں میں یقین کا عنصر انسان خود پیدا کرتا ہے جیسا کہ ایٹم میں کوارکس(Quarks) کا موجود ہونا کسی نے مشاہدہ نہیں کیا مگر انسان نے اسے اپنے خیالات کے مطابق اور بعض حسابات کے ذریعہ تصور کیا ہے، اور اس کی وہ تصویر بنائی ہے جیسا کہ ہم آج انہیں جانتے ہیں،یہی حال خدا کی ہستی کا ہے۔

سٹنگر خدا کے نہ ہونے کے دلائل پر بھی بات کرتا ہے جس میں وہ خدا کی صفات کے مابین تضاد کا ذکر کر کے کہتا

ہے کہ مثلاً خدا قادر مطلق ہے لیکن باوجود اس امر کے وہ آج تک برائی کا خاتمہ نہیں کر سکا۔ اسی طرح مصنف دیگر مثالوں سے بھی یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ خدا کا تصور غیر یقینی ہے، نیز بہت سے لوگوں کا خدا کا قائل نہ ہونا بھی خدا کے وجود کی نفی ہے۔

اس کے علاوہ اس باب میں یہ شد و مد بھی شامل ہے کہ سائنٹفک میتھڈ سے ہی ہر بات کا حل نکل سکتا ہے اور فلسفہ کی بجائے عقلی جوابات خدا کے ہونے یا نہ ہونے پر کافی وشافی ہیں۔

اس باب کے آخر پر یہ بات بھی بیان کی ہے کہ اگر ایسا خدا جو تمام صفات کا حامل ہو، ڈھونڈنے سے مل جاتا ہے اور اس کا واضح ثبوت بھی پیش کر دیا جاتا ہے تو پھر مان لینا چاہئے کہ خدا ہے اور اگر واضح ثبوت مہیا نہیں ہیں تو کہہ دینا چاہیئے کہ خدا نہیں ہے۔

جواب: سٹنگر جن صفات کے مابین تضاد پیش کرتا ہے دراصل ان صفات کے بارے میں ان کا ظہور ہر لحظہ ہو رہا ہوتا ہے مگر ایک ہی جگہ پر نہیں۔

اگر خدا رحمان ہے تو اسی لحہ شدید العقاب بھی ہے مگر کسی کے لیے رحمان اور کسی کے لیے شدید العقاب۔ خدا اگر قادر مطلق ہے تو یہ سب نظام چل رہا ہے، مگر اس سے یہ مراد نہیں کہ یہ نظام فانی نہیں ہے، اسی طرح برائی کا خاتمہ اس کی قدرت میں ہے مگر اس نے ہی اپنی قدرت سے اچھائی اور برائی کے راستے بنائے تاکہ امتحان لیا جائے کہ کون اچھا ہے اور کون برا یہی ہماری موت وحیات کی غرض ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ۔ (الملک: 3)

وہی جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل کے اعتبار سے بہترین ہے۔ اور وہ کامل غلبہ والا (اور) بہت بخشنے والا ہے۔

خدا کے ہونے کے واضح ثبوت تو ہمیں اس کی قدرت نمائی کی صورت میں جابجا نظر آتے ہیں۔ چند خوابوں کے حقیقت بننے سے بلاشبہ یہ واضح نہیں ہوتا کہ خدا ہے لیکن ایک اُمی، بے کس، یتیم اور یتیم بھی ایسا یتیم جس کا باپ اس کی پیدائش سے پہلے فوت ہو گیا ہو، والدہ کے ساتھ بھی دو سال ہی گزارے ہوں اور پھر والدہ بھی فوت ہو گئی ہوں، دادا کفالت میں لیں تو ان کا سایہ بھی سر سے اٹھ جائے اور زیادہ سے زیادہ 8 سال کی عمر میں وہ ایسا تنہا ہو کہ چچا کے گھر میں دوسرے بچوں میں چیزیں تقسیم ہوتی دیکھے اور دور کھڑا ہو کر سوچے کہ میرا تو کوئی نہیں اس لئے میرا کسی چیز پر کوئی حق نہیں۔ یہ وہی بچہ

ہے، جو جب جوان ہوتا ہے تو نہ اس کے پاس مال و دولت ہے، نہ کوئی جتھہ، یکا و تنہا وہ ایک ویران اور اندھیری غار میں اپنے رب کی عبادت کرتا ہے اور جب اپنے اسی خدا کے حکم سے اس غار سے نکلتا ہے اور اپنے رب کا حکم پہنچاتا ہے تو اس کا قبیلہ بھی اس کا مخالف ہو جاتا ہے، خاندان کا یہ حال ہے کہ چچا عبد العزی بن عبد المطلب، ابو لہب بن جاتا ہے (یعنی اس کے خلاف بھڑکنے والی آگ کا باپ) اور چچی ام جمیل حَمَّالَةَ الْحَطَبِ کہلاتی ہے یعنی اس آگ میں لکڑیاں جھونکنے والی۔ لیکن اس شخص کا ایک ہی نعرہ ہے یعنی لا الہ الا اللہ۔ اس کا دعویٰ ہے کہ میرے پاس نہ کوئی قبیلہ، نہ خاندان، نہ مال و حشم ہے، بیٹے بھی نہیں، طاقت بھی نہیں لیکن تم دیکھ لو کہ میرے پاس صرف اللہ ہے۔ یہ بے کس انسان کہتا ہے کہ خدا ہے اور اس خدا نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ دنیا کی super powers کے خزانے مجھے دے دے گا، وہ کہتا ہے کہ سارا عرب اور ساری دنیا مجھ پر ایمان لے آئے گی اور قیامت تک مجھ پر درود بھیجا جائے گا۔ اس وقت کے ابو الحکم کہلانے والے یعنی اہل عقل و دانش سمجھے جانے والے اسے مجنون اور پاگل گردانتے ہیں اور عام لوگوں میں بھی اس کا یہی نام مشہور کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن پھر اس کا خدا اس کے سب دعوے پورے کر دیتا ہے، قیصر و کسریٰ کے محلات کی کنجیاں اس کے ہاتھوں میں دے دیتا ہے، 1600 سال گزرنے پر بھی لوگ اسی دُرِ یتیم، اسی اُمی کے نام پر علم حاصل کرتے ہیں، ہر زمانہ میں اس پر اربوں لوگ درود بھیجتے ہیں، اس کے بیان کردہ تمام ناممکن التعبیر خواب پورے ہو جاتے ہیں تو اس واقعہ کو دیکھ کر تو ہمیں ماننا پڑے گا کہ اس کا پیش کردہ خدا کوئی مفروضہ نہیں۔ اس کا خدا تمام حسابات اور Calculations سے ورے ایک عظیم الشان ہستی ہے۔ اور اگر سائنس میں آج تک کوئی ایسا method ایجاد نہیں سکا جو اس خدا کو حقیقت ثابت کر سکے تو ایسی سائنس کو ہم ناقص کہیں گے اور سمجھ لیں گے کہ ایسی سائنس کامل نہیں ہے اور ہر حقیقت کی explanation نہیں دے سکتی۔

خدا تعالیٰ کے بارہ میں ہمیں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ وہ انسان نہیں ہے تو کیسے اس پر انسانوں والے قانون لاگو ہو سکیں گے۔ چنانچہ خدا اپنے بارہ میں بتاتا ہے کہ

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (النور: 36)

ترجمہ: اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔

پس خدا ایک نور ہے جو ہر جگہ ہے۔ ہماری زمین کی ٹائم اور اسپیس میں بھی ہے اسی طرح ہر سیارے کے ٹائم اور اسپیس میں بھی ہے مگر یہ ٹائم اور اسپیس ہم پر تو اثر انداز ہوتے ہیں بس ہم میں اور اس میں فرق یہ ہے کہ اس پر اثر انداز نہیں ہوتے کیونکہ خدا ہی ان دونوں چیزوں کا خالق ہے۔

بابِ دوم: THE ILLUSION of DESIGN

مصنف نے اپنی کتاب کا دوسرا باب اس کائنات میں موجود ڈیزائن کو بطور دلیل ہستی باری تعالیٰ پیش کرنے والوں کے ردّ میں تحریر کیا ہے جس میں خاص کر مشہور مصنف PALEY کی گھڑی والی دلیل کو [1] پیش کر کے اس پر اعتراضات کیے ہیں اور اسی لیے اس باب کا نام سٹنگر نے THE ILLUSION of DESIGN (ڈیزائن کا دھوکہ) رکھا ہے۔

نیز اس باب میں جس چیز پر مصنف نے زیادہ زور دیا ہے وہ ڈارون کا نظریہ ارتقاء ہے، اور اس کے لیے اس نے کئی مثالیں بھی دی ہیں جیسے آنکھ کے بارے میں بعض غیر ضروری چیزوں کی نشاندہی کی ہے کہ اس کا نہ ہونا انسان کے بقا کے لیے کوئی خطرہ نہیں تو پھر ایسی چیزوں کا موجود ہونا کسی علیم و حکیم ذات کی نفی کرتی ہے۔

اس کے علاوہ سٹنگر نے یہ بات بھی کی ہے کہ ارتقاء کے تصور جھٹلانے کے لیے CREATIONISTS کو (یعنی ایسے سائنسدانوں کو جو خدا کے خالق ہونے کے قائل ہیں) محض بائبل کی غلطیاں چھپانے کے لئے ایک منظم سازش کے ذریعہ پیسے دے کر تیار کیا گیا ہے تاکہ وہ سادہ لوح عوام کو مذہب کا سیاہ لبادہ اوڑھا سکیں۔

اس کے بعد دو قسم کے گروپ میں یہ لوگ بٹ گئے ہیں ان میں سے ایک تو اپنی انہیں باتوں کے اوپر ڈٹے نظر آتے ہیں اور دوسری قسم کے لوگ جو پبلک میں آتے ہیں وہ اب اس بات کو INTELLIGENT DESIGN کے روپ میں پیش کرتے ہیں جنہیں مخفف میں ID بھی کہا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ اس باب میں مصنف ان لوگوں پر بار ثبوت ڈالتا ہے جو اس کائنات کو مخلوق سمجھتے ہیں۔ پھر آگے چل کر مصنف ارتقاء کے تصور کو کھول کر بیان کرتا ہے جس میں پھولوں کی پتیوں کی ترتیب اور سادہ سے مشکل ڈیزائن کی طرف اشیاء کا منتقل ہونا اس بات کو بطور دلیل بناتا ہے کہ یہ سب کچھ ارتقاء کے قوانین کے تابع چل رہا ہے۔

جواب:

PALEY نے جو گھڑی کی دلیل پیش کی تھی در اصل مصنف اس دلیل سے متاثر تو ہو چکا ہے کہ ہاں اگر ایک

---

[1] جس میں اس نے ذکر کیا ہے کہ بغیر ایک ذہین خالق کے گھڑی تیار نہیں ہو سکتی کیونکہ اس میں جہاں سٹیل لگنا ہے وہاں سٹیل لگا ہے، جہاں تانبے کی ضرورت تھی وہاں تانبا لگا ہے اس میں ایک نظام ہے جو اسے چلا رہا ہے تو جب ایک گھڑی بغیر کسی منتظم اور خالق کے نہیں چل سکتی تو یہ کائنات جس میں اس گھڑی سے کہیں زیادہ مناسب طریق سے ضروریات مہیا کی گئی ہیں اور ایک ابلغ نظام ہے تو وہ بغیر خالق کے کیسے بن سکتی ہے۔

جگہ کوئی گھڑی پڑی ہو تو اسے سوچ کر انسان یہ گمان نہیں کر سکتا کہ اس کا کوئی بھی بنانے والا نہیں ہو گا اگر چہ اس کا خالق یہاں موجود بھی نہیں کہ جو دعویٰ کرے کہ یہ میں نے بنائی ہے کیونکہ گھڑی کی مجموعی ساخت خود ہی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ انسانی عقل اسکے موجد کو مانے۔ چنانچہ مصنف نے اگر چہ اس دلیل پر بعض اعتراضات کرنے کی کوشش کی ہے لیکن ایک قاری بہت واضح انداز سے سمجھ سکتا ہے کہ مصنف اس دلیل کو رد کرنے میں ناکام رہا ہے۔

اصل میں بس سٹنگر کو جو بات سمجھ نہیں آئی وہ یہ ہے کہ اگر خالق ہے تو پھر ان چیزوں کا کیا مقصد ہے جو غیر ضروری ہیں کیونکہ ایک ذہین خالق انہیں چیزوں کو بنائے گا جو فائدہ کی ہوں نہ کہ ان چیزوں کو جن کا کوئی مقصد نہیں۔

اسی اعتراض کا جواب اللہ تعالیٰ نے خود قرآن کریم میں ہمیں دیا ہے کہ اہل علم ہر زمانے میں جب بھی غور کریں گے تو اس بات کو ضرور سمجھ جائیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بھی چیز بے فائدہ پیدا نہیں کی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

الَّذِیۡنَ یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوۡدًا وَّ عَلٰی جُنُوۡبِہِمۡ وَ یَتَفَکَّرُوۡنَ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقۡتَ ہٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبۡحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔(آل عمران:192)

وہ لوگ جو اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے ہوئے بھی اور بیٹھے ہوئے بھی اور اپنے پہلوؤں کے بل بھی اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور و فکر کرتے رہتے ہیں۔(اور بے ساختہ کہتے ہیں) اے ہمارے ربّ! تُو نے ہر گز یہ بے مقصد پیدا نہیں کیا۔ پاک ہے تُو۔ پس ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

دوسری بات جو سٹنگر کو سمجھ نہیں آئی وہ یہ ہے کہ اگر خدا تعالیٰ ایک علیم ہستی ہے اور ہر چیز پر قادر بھی ہے تو پھر اس کا ڈیزائن پر فیکٹ ہونا چاہیے تھا نہ کہ اس میں غلطیاں ہوتیں، کیونکہ سٹنگ کو اس ڈیزائن میں غلطیاں نظر آتی ہیں اس لیے اس کے نزدیک خدا جیسی کوئی ہستی نہیں ہے۔

حالانکہ دیکھا جائے تو جس چیز کو بھی سٹنگر غلطی کہتا ہے وہی غلطی بڑے پیمانے پر انسان کے لئے سود مند ہوتی ہے، مثال کے طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ انسان میں موجود مختلف امراض ہی انسان کے medical Science اور genetics میں ترقی کرنے کا سبب بنے ہیں۔ بعض لوگ سانپوں اور بچھوؤں جیسی زہریلی چیزوں کے بارہ میں سوچتے ہیں کہ یہ نہ بھی ہوتیں تو کیا فرق پڑتا تھا مگر اہل علم ان سے بہت سے کام لیتے ہیں تا کہ ان سے انسانیت کو فائدہ حاصل ہو سکے۔ اور انسان کی جان بچائی جا سکے ،،بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو کبھی بے سود سمجھی جاتی تھیں لیکن آج انہیں چیزوں پر Billions آف ڈالرز کی اکانومی کھڑی ہے ۔اگر ہم اس حقیقت کا ادراک کر لیں کہ ہمارا علم محدود ہے اور خدا کا علم،

لامحدود ہے تو یہ مسائل بہت آرام سے حل ہو سکتے ہیں۔ اس کے برعکس اگر خود کو ہی عقل کل سمجھا جائے تو کئی ایسی چیزیں موجود ہیں جن کا مقصد ابھی تک پتہ نہیں چلا اس لئے بعض دہریہ اس کا کوئی خالق متصور نہیں کرنا چاہتے اور محض اندھی ارتقاء کو ان سب معاملات کا پیش خیمہ قرار دے دیتے ہیں۔

نیز اس باب میں ارتقاء کو مذہب کے خلاف استعمال کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور یوں ظاہر کیا گیا ہے کہ گویا مذہب کسی قسم کے ارتقاء کے بھی خلاف ہے لیکن دین اسلام تو ارتقائی عمل کی حمایت کرتا ہے۔ قرآن مجید کی مختلف آیات ارتقاء کے مختلف حالات کو بیان کرتی ہیں مثلا ایک آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ یُخْرِجُکُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّکُمْ ثُمَّ لِتَکُوْنُوْا شُیُوْخًا۔ (المؤمن: 68)

ترجمہ: وہی ہے جس نے (اوّلاً) تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفہ سے، پھر لوتھڑے سے، پھر تمہیں بچے کی صورت باہر نکالتا ہے اور پھر یہ توفیق بخشتا ہے کہ تم اپنی بلوغت کی عُمر کو پہنچو تاکہ پھر یہ امکان ہو کہ تم بوڑھے ہو جاؤ۔

مگر اسلام کا ارتقاء اس تصور کو ردّ کرتا ہے کہ انسان بندر سے بنا ہے۔ اس کے بہت سارے دلائل ہیں جو ایک الگ مضمون کے محتاج ہیں اس لئے اس بحث کو ہم یہیں چھوڑ کر زیر بحث کتاب کے تیسرے باب کی طرف بڑھتے ہیں۔

باب سوم: SEARCHING for A WORLD beyond MATTER

اس باب کا اصل مدّعا یہ ہے کہ مادی چیزوں کے علاوہ باقی چیزیں جن میں روحانی چیزیں یا دوسری غیر مرئی چیزیں ہیں ان کا ردّ کیا جائے اور لوگوں کو قائل کیا جائے کہ ایسی چیزوں کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔ اس میں مصنف نے کئی سوالات اٹھائے ہیں اور کئی تجزیات اور تجربات کا ذکر کر کے یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ جو کچھ بھی انسان سوچتا ہے وہ اس کے دماغ کا ہی کام ہے کوئی بیرونی چیز روح، فرشتے، یا خدا نہیں ہیں۔ اپنے اس نظریہ کی دلیل وہ یہ دیتا ہے کہ کیونکہ ان چیزوں کا آج تک کوئی سائنسی ثبوت نہیں مل سکا اور جن چیزوں کے سبب سے انسان کو لگتا ہے کہ ان چیزوں کا وجود ہو سکتا ہے تو سٹنگر نے بعض ایسی تحقیقات کا ذکر کیا ہے جس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ یہ باتیں سائنسی طور پر ثابت ہو سکتی ہیں کہ یہ واقعات خاص تناظر میں ذہن کی ہی اختراع ہوتے ہیں اور ان کے کوئی بیرونی عوامل نہیں ہوتے۔

مصنف نے اس باب میں ذہن اور روح کے تصور پر بات کی ہے اور یہ کہا ہے کہ حیات بعد الموت کے کوئی شواہد ہمارے پاس نہیں ہیں، اور آخرت کا انکار کیا ہے۔ اس کے علاوہ سٹنگر نے معجزات کو بھی اپنے مضمون کا حصہ بنایا ہے کہ یہ

معجزات طبعی قوانین کے خلاف ہیں اور نیز ان میں کوئی غیر معمولی بات بھی نہیں بلکہ انہیں سائنسی طور پر سمجھا جا سکتا ہے۔ البتہ مذہب کو ماننے والے انہی معجزات کو اپنے نظریات کی تقویت کے لئے استعمال کرتے نظر آتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ مصنف نے دماغ کی ترقی اور نشو و نما پر بھی تفصیلی بحث کی ہے جس کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ شعور اور دماغ ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔

پھر سٹنگر روح کی سائنسی دلیل حاصل کرنے کے لئے اپنا ایک تجربہ بھی پیش کرتا ہے اور اس کے باوجود روح کا انکار کرتا ہے۔ نیز مصنف نے ایک اور تجربہ کا ذکر بھی کیا ہے جو دعا کے متعلق ہے اور آخر پر اس تجربہ کا یہی نتیجہ نکالتا ہے کہ کوئی خاص فرق دعا کے نتیجہ میں بیماروں کو نظر نہیں آیا۔

اس کے علاوہ کولمبیا کے ایک تجربہ کا بھی ذکر کیا ہے اور سوال کیا ہے کہ کیا دعائیں ماضی کو بدل سکتی ہیں اور اس پر بھی کئی تجربات کیے ہیں مگر دعا نے کام نہیں کیا لہٰذا اس کے تجربات کی ناکامیاں یہ ظاہر کرتی ہیں کہ خدا کے وجود پر کوئی دلیل نہیں۔

جواب: مصنف نے اس باب میں سائنس کو مذہب سے اونچا اور مذہب کو سائنس کے تابع رکھنے کے لیے ایک غیر ضروری موضوع کا انتخاب کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ سائنس کی تعریف ہی یہ ہے کہ سائنس ہر نظر آنے والی چیز کا جائزہ لے سکتی ہے لیکن غیر مادی اجسام و اشیاء کے بارہ میں صرف اندازے لگا سکتی ہے اور بارہا اس کے اندازے ایسی چیزوں کے بارہ میں غلط ثابت ہو چکے ہیں۔ چاہے وہ Qunatum Physics ہو یا Black Holes میں موجود Singularity باریک ترین سطح سے لے کر بڑی ترین چیزوں تک سائنس کا عجز عقل والوں کے لئے پوشیدہ نہیں ہے۔

مصنف نے اس باب کے شروع میں روح اور دماغ کو ایک کرنا چاہا ہے مگر دراصل روح کا تعلق ہمیں مادی دنیا سے ہٹ کر ہی محسوس ہوتا ہے اور اس کا مشاہدہ ہم اس طرح پر کر سکتے ہیں کہ ہر شخص کے خواب میں اس کا جسم کہیں اور ہوتا ہے لیکن روح کسی اور زمان اور مکان میں اپنے تمام احساسات کے ساتھ نظر آتی ہے جس سے ایک اور بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اس مادی جسم کے زمان و مکان کے علاوہ بھی ایک جہاں موجود ہے جو اہل مذہب کے لئے عقلی طور پر آخرت پر یقین کا موجب بنا نظر آتا ہے۔

اس کے علاوہ مصنف نے معجزات کو طبعی قوانین سے پہلے باہر قرار دیا اور پھر کہا کہ اگر ایسے معجزات ہوں بھی تو یہ کون سی بڑی بات ہے یہ تو عام قوانین کے مطابق ہی ہوتے ہیں۔ اگرچہ ہمیں ان چیزوں کا پہلے علم نہیں تھا لیکن اب ہم ان

معجزات کو سائنسی بنیادوں پر explain کر سکتے ہیں۔

اب یہی وہ جواب ہے جو ان کے اس اعتراض کو دور کر دیتا ہے کہ جس وقت کسی کو ایک بات کا علم نہیں تھا، اس قانون کا علم نہیں تھا جس کے ذریعے یہ معجزہ ظہور میں آیا بلکہ خود جس کے ہاتھ سے معجزہ صادر ہو رہا ہوتا تھا اسے بھی علم نہیں تھا کہ یہ کس قانون قدرت کے تحت ہو رہا ہے، اس وقت اس کا ظہور ہونا ہی تو معجزہ ہے۔ اسی کا اثر تھا کہ بہت سے عقل منداور ذہین و فہیم لوگ اس شخص کو جس سے ایسے معجزات صادر ہوتے تھے اپنا مطاع سمجھتے تھے۔ پھر یہی بات انسان کے علم کو ترقی دینے کے لیے بھی نہایت کارآمد ہوئی اور اسی کی بدولت انسانی تجسس علم کی نئی منزلیں طے کرنے لگا۔ لہٰذا معجزات کی حقیقت اگر اسی وقت سمجھ میں آجائے تو وہ معجزہ شمار نہیں ہو سکے گا ہاں اگر بعد میں انسان اندازہ لگالے کہ یہ کیسے ہوا تھا تو یہ بات انسان کے علم میں اضافے کا سبب تو بن سکتی ہے مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ ایسا معجزہ خدا کی ہستی کی دلیل نہیں ٹھہر سکتا۔

مصنف نے مزید دلائل دیتے ہوئے دعاؤں کی عدم قبولیت کو ہستی باری نہ ہونے کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔ اس کے مطابق اگر وہ سبب جس پر اہل مذہب کی بنا ہے، وہی ختم کر دیا جائے تو مذہب کے ساتھ ساتھ خدا کا وجود بھی ان کے ذہنوں سے نکل جائے گا اس کے لئے جو تجربات مصنف نے پیش کئے ہیں اس میں کئی قسم کے تحفظات ہیں ان میں سے دو بڑے اہم یہ ہیں:

(1) جن سے دعا کروائی جارہی ہے ان کا اپنا یقین اور ایمان خدا پر کیسا تھا اور خدا سے ان کا کیا تعلق تھا۔

(2) دعا کی قبولیت کے لئے سوز دل ایک شرط ہے۔ اگر دعا کرنے والے اور کروانے والے میں کوئی خاص تعلق ہی نہیں تو وہ اس کے لئے سوز و گداز سے دعا کیونکر کر سکتا ہے۔

اب یہ چیزیں اگر ملحوظ ہی نہیں تو دعا قبول کیسے ہو، مثال یہ ہے اگر آپ نے امریکا جانا ہو اور آپ بار بار بس اسٹیشن پر امریکا جانے کی بس کا انتظار کرتے رہیں گے تو کیسے امریکا پہنچ سکتے ہیں کیونکہ آپ نے اس کے لئے صحیح طریقہ ہی ملحوظ نہیں رکھا تو دعا کیسے قبول ہو۔ اس کے لیے صحیح طریقہ خدا نے ہی بتایا ہے کہ ایسے تمہاری دعا قبول ہو گی۔ اور وہ یہ ہے کہ

اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَ لْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ۔ (البقرۃ: 187)

ترجمہ: میں دعا کرنے والے کی دعا کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے پس چاہئے کہ وہ بھی میری بات پر لبّیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ وہ ہدایت پائیں۔

اور اگر دعا کے قبول ہونے کا شک ہو کہ کوئی ایسی ہستی ہے جو دعائیں سنے اور جواب دے تو اس کے لیے ایک لاکھ

چوبیس ہزار انبیاء کا وجود شاہد ہے کہ خدا تو دعا کی قبولیت سے ہی پہچانا جاتا ہے۔ اور یہ صرف ماضی کا قصہ نہیں۔ اس دور میں بھی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے دنیا کو دعاؤں کی قبولیت کے کئی نشان دکھائے، کئی چیلنجز دیئے کہ آؤ اور دیکھو دعا کیسے قبول ہوتی ہے۔ جس زمانہ میں لوگ 100 روپے تنخواہ ملنے پر خود کو رئیس سمجھتے تھے اس زمانہ میں آپ نے 200 روپیہ ماہوار دے کر دعا کی حقیقت دیکھنے کے طالبوں کے لئے 20000 (بیس ہزار) سے زائد اشتہار چھپوائے اور دنیا بھر کے طول و عرض کے نمایاں لوگوں کو بھیجے کہ آؤ اور دیکھو دعا کیسے قبول ہوتی ہے۔ پھر سینکڑوں دعا کی قبولیت کے نشان اور ان کے گواہوں کا اپنی کتب میں ذکر کیا اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ آج بھی خلیفہ وقت کی دعاؤں کی قبولیت کے گواہ ایک دو نہیں، کسی لیبارٹری میں محدود نہیں، کسی ایک ملک میں محدود نہیں بلکہ دنیا کے 200 سے زائد ممالک میں پھیلے ہوئے خدا کی ہستی کی دلیل بنتے جارہے ہیں اور یہ دروازہ ہر کسی کے لئے کھلا ہے کہ وہ خلیفۂ وقت کی خدمت میں دعا کے لئے لکھے اور دیکھے دعا میں کیا طاقت ہے اور کیسے۔

غیر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے

باب چہارم: COSMIC EVIDENCE

اس باب میں مصنف نے مزید گہرے اور فلسفیاتی نظریات کے ساتھ ساتھ سائنسی بنیادوں کو سامنے رکھا ہے اور اس باب میں وہ کہتا ہے کہ آسمانی گواہی خدا کے وجود کی محض ایک خام دلیل ہے بلکہ مذہب کی طرف سے پیش کردہ آفاقی دلیل بالکل بھی خدا کے تصور کو پیش نہیں کرتی اس کے برعکس اس دلیل میں کئی ایسی باتیں ہیں جو الٹا ایک خدا کے نہ ہونے کا ہی بین ثبوت ہیں چہ جائیکہ کے کسی ایک خالق کے ہونے کا۔

مصنف نے معجزات کا ذکر کر کے معجزات کی ایک اچھوتی تعریف بیان کی ہے کہ اہل مذہب کے لحاظ سے معجزہ اسے کہتے ہیں جو دوبارہ نہ ہوسکے چنانچہ اس کے مطابق یہ انسانی تخلیق بھی ایک معجزہ ہے اس لئے ایک بار ہوگئی ہے اور اب بار بار نہیں ہوسکتی۔

پھر مصنف نے اس دلیل کو پیش کیا ہے کہ اہل مذہب جو کہتے ہیں کہ یہ سب نظام کتنی ترتیب سے رواں دواں ہے اس لئے اس کا کوئی مرتب کرنے والا ہونا چاہیئے، تو سٹنگر اس کے ردّ کے لئے اینٹراپی (entropy) کو زیر بحث لایا ہے کہ جتنی اینٹراپی ہوتی جاتی ہے اتنی ہی اس بے ہنگم کائنات کو ترتیب پانے کی جگہ ملتی جاتی ہے۔

پھر آگے مصنف نے یہ بیان کرنے کی کوشش کی ہے کہ کائنات کا آغاز ہوا ہی نہیں بلکہ فزکس کے اعتبار سے کائنات

ایک نہ ختم ہونے والا مادہ تھا۔ جو بنتا ہے اور پھر واپس ہو جاتا ہے۔ پھر اس سوال کے جواب میں کہ کائنات میں موجود یہ نظام اور یہ سارے قوانین کہاں سے آئے سٹنگر کے مطابق اس کے پیچھے بھی خدا نہیں ہے بلکہ یہ نظام اور قوانین اس وقت بنے جب بگ بینگ(Big Bang) ہوا اور مادے کے اندر موجود کاربن نے بھی ان قوانین کو جنم دیا نہ کے کسی خدا نے۔

جواب: اس باب میں موجود کئی ایسی چیزیں ہیں جن کا جواب دینے سے سٹنگر قاصر ہے کیونکہ مصنف ایک بار بھی ان چیزوں کی تہہ تک نہیں گیا اور محض سطحی سائنسی علمیت کا دکھاوا ہی اس مضمون کی بنیاد نظر آتا ہے۔ سٹنگر نے اب تک کے دریافت شدہ سائنسی علم سے گہرائی میں اترے بغیر یہ توجیہہ تو تلاش کر لی کہ یہ کائنات کیسے بنی؟ مگر اصل سوال کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی کہ کائنات کیوں بنی؟ اور اس کا مقصد کیا تھا؟ پھر انسان کا کیا مقصد تھا؟ قرآن مجید اس حوالہ سے فرماتا ہے:

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ (الانبیاء: 17)

ترجمہ: اور ہم نے آسمان کو اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے محض کھیل کے طور پر پیدا نہیں کیا (بلکہ ان کی پیدائش میں حکمت تھی)

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَلَىِٕنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ۔ (ھود: 8)

ترجمہ: اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ وقتوں میں پیدا کیا ہے تاکہ وہ تمہارا امتحان کرے (کہ) تم میں سے کس کے عمل زیادہ اچھے ہیں اور اس کا عرش پانی پر ہے اور یہ یقینی امر ہے کہ اگر تو (ان سے) کہے (کہ) تم مرنے کے بعد ضرور اٹھائے جاؤ گے تو جن لوگوں نے انکار کیا ہے (قسمیں کھا کھا کر) کہیں گے (کہ) یہ (دعویٰ) صرف ایک دھوکا ہے۔

ایک گاڑی کی مثال سے ہم اس مسئلہ کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے یہ گاڑی کس نے بنائی مگر اگر اس سوال کا جواب یہ دیا جائے کہ پہلے لوہا آیا پھر انجن بنا اور پھر ربر سے ٹائر بنے پھر سیٹس رکھی گئیں۔ یوں یہ گاڑی بنی۔ کیا یہ جواب صحیح ہو گا؟ سوال یہ تھا کہ یہ گاڑی کس نے بنائی؟ اس کا چھوٹا سا جواب تو یہ تھا کہ فلاں کمپنی نے یہ گاڑی بنائی ہے۔

اب یہی بات ہی تو واضح کرنا مقصود تھا جو مصنف نے کی نہیں اور کائنات کے بارے میں وہ سب عمل بتایا کہ یوں یوں کائنات بنی ہے اس باب میں مگر عامل کون تھا کس نے بنائی اس کا جواب تو دیا ہی نہیں اب اس کا جواب آخر کون دے

گا؟ اس کا جواب مذہب ہی دے گا اور اگر یہ کہیں کہ خدا نے نہیں بنایا تو پھر ان قوانین کو کس نے بنایا اور ان کا آغاز اور پھر ان کے کام کس نے تفویض کیے تو اس کے لئے ایک ایسی قوت درکار ہے جو ان سب معلومات کو جانتی ہو بغیر اتنے علم کے یہ سب ممکن نہیں ہے۔

ایک اور بات جو مصنف نے لکھی ہے وہ دراصل ان کا صرف ایک مفروضہ ہے۔ اور صرف مفروضے پر بات مکمل نہیں ہو سکتی۔ انہوں نے لکھا کہ جیسے جیسے انٹراپی (entropy) بڑھے گی، ویسے ویسے ترتیب پیدا ہونے کے امکانات بھی بڑھیں گے۔ اگر سٹنگر یہ کہے کہ اس نے یہ بات کسی مشاہدے کی بنیاد پر کی ہے، تو وہ ہمیں کوئی ایک ایسی دنیاوی مثال دکھا دے جہاں صرف انٹراپی بڑھنے سے، بغیر کسی انسان یا کسی بیرونی عمل دخل کے، چیزیں خود ہی ترتیب میں آگئی ہوں۔ یہ کہنا کہ چیزیں خود بخود ترتیب پا سکتی ہیں، دراصل مذہب کے خلاف تعصب کا نتیجہ ہے، جو مصنف کے انداز سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ اینٹراپی کا قانون تو خود یہ کہتا ہے کہ ہر چیز ترتیب سے بے ترتیبی کا سفر کر رہی ہے تو کسی بیرونی عامل کے بغیر یہ قانون الٹا کیسے ہو گیا؟

اسی طرح مصنف نے معجزے کی جو وضاحت مذہب کی طرف منسوب کی ہے، وہ بھی درست نہیں۔ وہ تعریف دراصل ان لوگوں کی ہے جو مذہب کو صحیح طرح نہیں سمجھتے۔ معجزہ دراصل عجز سے اخذ کیا ہوا ایک لفظ ہے یعنی معجزہ وہ چیز ہے جو انسان کی سمجھ اور طاقت سے باہر ہو، جس کے بارے میں انسان سوچ بھی نہ سکے، اور وہ اچانک ہو جائے۔ ایسے وقت میں لوگ اسے معجزہ کہتے ہیں۔ لیکن چونکہ انسان کا علم محدود ہے اور اصل علم تو خدا کے پاس ہے، اس لیے جب تک انسان کسی چیز کی سچائی کو نہیں جانتا، وہ اسے معجزہ کہتا ہے۔ جب انسان وقت کے ساتھ کچھ سیکھ لیتا ہے اور اس معجزے کی کوئی توجیہہ اس کی سمجھ میں آجائے تو پھر وہی چیز وہ سائنس کے ذریعے بیان کرتا ہے اور مذہب کا مذاق اڑانے لگتا ہے۔ یہی حال تخلیقِ کائنات کا ہے۔ مذہب کہتا ہے کہ یہ ایک معجزہ ہے، لیکن سٹنگر اپنی کم علمی کے باوجود اسے اپنے موجودہ علم سے سمجھانے کی کوشش کر رہے ہیں اور مذہب کو غلط ثابت کرنا چاہتے ہیں، جو انصاف نہیں۔

یہی نہیں، بلکہ سٹنگر نے جو "Nothingness" یعنی "کچھ نہ ہونا" کا نظریہ پیش کیا ہے، اس میں بھی تعصب نظر آتا ہے۔ اس نظریے میں خدا کے امکان کو بالکل ختم کر دیا گیا ہے، جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایسے دہریہ لوگ چیزوں کو غیر جانبداری سے نہیں دیکھتے۔ سٹنگر نے اگرچہ بعض دوسرے سائنس دانوں کے حوالے بھی دیے ہیں، لیکن جب وہ کہتا ہے کہ " کائنات سے پہلے صرف Infinity (لامحدودیت) تھی" یا "کچھ بھی نہیں تھا"، تو یہ بھی ایک مفروضہ ہے، اور حقیقت نہیں۔ اگر واقعی کچھ بھی نہیں تھا، تو پھر یہ سب کچھ بغیر کسی خالق کے کیسے وجود میں آگیا؟ ایک

ایسی طاقت کے بغیر، جو مادے کو پیدا کرنے کی قدرت رکھتی ہو، یہ سب کچھ خود سے کیسے بن گیا؟ یہ بات مصنف خود بھی سمجھ نہیں پایا۔

ایک اور بات جو مصنف نے کہی ہے کہ "یہ قوانین خدا نے نہیں بنائے بلکہ یہ خود بگ بینگ کی پیداوار ہیں"، تو سوال یہ ہے کہ وہ میٹر (مادہ) جو اتنا گرم تھا کہ پھٹ گیا اور کائنات بن گئی، اس کے اندر یہ قانون جاننے کی صلاحیت کہاں سے آئی؟ Matter کے ساتھ Anti-Matter بھی وجود میں آیا۔ تو ایسا کیوں نہ ہوا کہ وہ مادے کو ختم کر دیتا جیسا کہ اس کا کام ہے۔ اسی طرح وہ قوانین جو آج بھی انسان کی سمجھ سے باہر ہیں، کیا وہ خود بخود بن گئے؟ ایک سمجھ دار انسان یہ بات قبول نہیں کر سکتا۔ اور افسوس ہے کہ اس بات کا جواب سٹنگر نے بھی اپنی پوری کتاب میں کہیں نہیں دیا۔

باب پنجم: THE UNCONGENIAL UNIVERSE

اس باب میں مصنف نے ہماری غیر معمولی کائنات کا ایک جائزہ پیش کرنے کی کوشش کی ہے، اور اس میں کئی قسم کے سوالات اٹھائے ہیں، جن میں سے چند ایک خلاصہ کے طور پر یہاں بیان کیے جا رہے ہیں۔

سب سے پہلی بات جو مصنف نے پیش کی ہے، وہ یہ ہے کہ ہمارا سیارہ زمین ہی ایک ایسا خوش قسمت سیارہ ہے جہاں زندگی موجود ہے، اور ابھی تک کسی اور سیارے پر زندگی کے آثار نہیں ملے۔ سٹنگر یہاں جو بات واضح کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ اتنی وسیع کائنات میں صرف ہمارا سیارہ ہی زندگی کے لیے موزوں کیوں ہے؟ اور اگر ایسا ہے تو تعجب نہیں ہے کہ یہ محض ایک اتفاق ہو۔ اگر ایک سے زیادہ جگہوں پر زندگی پائی جاتی تو تب بھی یہ سوچا جا سکتا تھا کہ کسی نے بہت سوچ سمجھ کر یہ سب کچھ تخلیق کیا ہے۔

پھر ایک اور سوال اٹھایا گیا ہے کہ کیا ہماری کائنات صرف اس لیے وجود میں آئی ہے کہ زندگی پیدا ہو؟ اس پر سٹنگر نے حسابی اعتبار سے مختصر جائزہ پیش کیا ہے کہ اگر مخصوص عناصر کی رفتار اور مقدار ذرا سی بھی مختلف ہوتی، تو زندگی کا وجود ناممکن ہوتا۔

پھر کاربن اور آرگینک مالیکیولز کے بارے میں لکھا ہے کہ کیا یہ واقعی زندگی کے لیے ہی بنے تھے؟ اگر بنے تھے، تو پھر کسی اور جگہ زندگی کیوں نہیں پائی جاتی؟

اسی کے ساتھ مصنف نے ویکیوم اور دیگر اضافی عناصر کا بھی ذکر کیا ہے، جنہیں وہ اس بات کی دلیل بناتے ہیں کہ یہ سب کچھ خودکار ہے اور کسی ذی شعور کی تخلیق نہیں۔

مصنف نے یہ بھی کہا ہے کہ اگرچہ کہا جاتا ہے کہ یہ کائنات بہت پیچیدہ ہے، لیکن غور کریں تو اس میں کوئی ربط نظر نہیں آتا، جس ربط کو اہلِ مذہب ''ترتیب'' کہتے ہیں۔

جواب: اس باب میں بظاہر بہت سنجیدہ سوالات اٹھائے گئے ہیں، جو پہلی نظر میں کسی کو بھی سوچنے پر مجبور کر دیتے ہیں کہ واقعی اتنی بڑی کائنات میں صرف ایک ہی جگہ زندگی کیوں ہے؟ کیا یہ سب کچھ خود ہی ایک اتفاق سے ہو گیا ہے؟ کیا واقعی خدا نے یہ سب کچھ نہیں بنایا؟

آیئے، اب اس بات کا بغور جائزہ لیتے ہیں۔ مصنف سمیت وہ تمام سائنس دان جو اس بات کے قائل ہیں کہ خدا کا کوئی وجود نہیں، ان کا کہنا ہے کہ اگر خدا ہوتا تو کسی اور جگہ بھی ہم جیسی مخلوق ہوتی۔ لیکن اب تک جتنی کہکشائیں ہمیں معلوم ہیں، وہاں کسی بھی جگہ ہم جیسی زندگی کے آثار نہیں ملے۔

یہ وہ مقام ہے جہاں سے اکثر لوگوں کو غلط فہمی ہوتی ہے کہ خدا کا وجود تبھی مانا جائے گا جب ہم جیسی دنیا، ہم جیسے لوگ، اور ہم جیسی زندگی کسی اور جگہ بھی موجود ہو اور کائنات میں کہیں بھی ایسی زندگی موجود نہیں ہے۔ اس حوالہ سے پہلے انسان کو اپنے علم کی حدود اور قیود پر غور کرنا چاہئے کہ کیا واقعی اس نے کائنات کے ہر کونے کو اچھی طرح جانچ لیا ہے؟ حالانکہ ہم تو ابھی تک ساری کائنات کو دیکھنا تو دور کی بات ہے اس کا ادراک بھی نہیں کر سکے۔ پھر اتنے محدود علم پر اتنے بڑے دعوے کرنا ہمیں زیب نہیں دیتا۔ قرآن کریم کی پہلی سورت کی دوسری آیت میں ہی یہ اعلان موجود ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔(الفاتحہ: 2)

ترجمہ: تمام تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا ربّ ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَ خَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا۔(الفرقان: 3)

ترجمہ: وہی ہے جس کی آسمانوں اور زمین پر بادشاہت ہے۔ اس نے نہ کوئی بیٹا بنایا اور نہ بادشاہی میں کوئی اس کا شریک ہے۔ اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور اسے ایک بہترین اندازے کے ساتھ ترتیب دیا۔

مصنف کو چاہیے کہ سوچے کہ کیا انسان کی ایک سیارے پر پیدائش سے پہلے خدا نہیں تھا؟ اگر تھا تو اس وقت پھر اس کی خدائی کا کیا ثبوت تھا؟ کیا خدا اُس وقت وجود میں آیا جب انسان وجود میں آیا؟ مذہب تو یہ دعویٰ نہیں کرتا۔ خدا ہی تو

ہر چیز کا خالق ہے۔ سیارے، ستارے، توانائی، ڈارک میٹر، کشش ثقل سب کچھ۔ چنانچہ ہم بھی خدا ہی کی مخلوق ہیں، جیسے باقی سیارے اور ستارے۔

پھر سٹنگر نے لکھا ہے کہ کائنات میں کوئی ربط نہیں، ہر چیز بکھری پڑی ہے۔ لیکن یاد رکھیں ہمارے سیارے بھی پہلے بکھرے ہوئے ہی لگتے تھے، پھر سائنسدانوں نے ہی بتایا کہ وہ بکھرے ہوئے نہیں، بلکہ اپنے اپنے مدار میں منظم انداز سے گردش کر رہے ہیں۔

قرآن کہتا ہے:

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ۔(الانبیاء: 33)

ترجمہ: اور وہی ہے جس نے رات، دن، سورج اور چاند کو پیدا کیا۔ سب اپنے اپنے مدار میں تیر رہے ہیں۔

اب اگر ہماری عقل اس نظام کا مقصد نہ سمجھ سکے تو ہم یہ کیسے مان لیں کہ یہ سب فضول ہے؟ پہلے ہمیں سیارے غیر ضروری لگتے تھے، لیکن جب تحقیق ہوئی تو پتا چلا کہ اگر Jupiter نہ ہوتا تو زمین پر زندگی ممکن نہ ہوتی۔ یہ صرف ایک مثال ہے۔ جوں جوں علم بڑھے گا، ان چیزوں کے پیچھے چھپے مقاصد بھی ظاہر ہوں گے، اور یوں خدا کی ہستی بھی کھل کر سامنے آئے گی۔

باب ششم: THE FAILURES OF REVELATION

اس باب میں مصنف نے ان پیشگوئیوں کا ذکر کیا ہے جو مذہب کو ماننے والے خدا کی ہستی کی سب سے بڑی دلیل کے طور پر پیش کرتے آئے ہیں۔ یہاں سب سے پہلے تو مصنف نے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ کیسے ہمیں پیشگوئی کو چیک کرنا چاہیے۔ اس ضمن میں مصنف نے وہ تین طریقے بیان کیے ہیں جن کے بارے میں اس نے آگے اس باب میں بات کرنی ہے یعنی وہ کون کون سی تین باتیں ہیں جو پیشگوئی کے قابل اعتبار نہ ہونے کی دلیلیں ہیں۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ جو بھی پیشگوئی کی ہے وہ ایسی ہے کہ اس کے بارے میں پہلے سے لوگوں کو علم تھا اس لیے یہ کیسی پیشگوئی ہوئی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ پیشگوئی اگر خدا اسے خبر پا کر دی ہے جو سب سے زیادہ جاننے والا ہے تو پھر تاریخی اعتبار سے ان پیشگوئیوں کے بیان میں بیش بہا غلطیاں کیوں موجود ہیں ایسے لگتا ہے کہ کسی ایسے بندے نے یہ پیشگوئی ہے جو بغیر کسی علم کے ایسے ہی باتیں کر تا رہا ہے۔ اور سائنسی اعتبار سے بالکل ہی غلط چیزیں بیان کی گئی ہیں حالانکہ سائنس تو خدا کا فعل ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ پیشگوئیوں میں سے کوئی ایک بھی ایسی پیشگوئی نہیں ہے جو ظاہر و باہر ہر لحاظ سے مکمل ہوئی ہو۔

اس کے بعد مصنف نے مذہبی لوگوں کے بارے میں بتایا ہے کہ وہ کیسے ان پیشگوئیوں کو چسپاں کرتے رہتے ہیں اور ایسی پیشگوئیاں بھی مذہب میں بیان ہوتی ہیں جن کا ذکر اتنے بڑے پیمانے پر کیا جاتا ہے کہ ہر کوئی اسے کہیں بھی چسپاں کرنے میں لگا رہتا ہے۔ کئی بار تو قیامت کے آنے کی پیشگوئیاں کی جاچکی ہیں مگر ابھی تک وہ نہیں آئی وغیرہ۔

پھر مصنف نے آگے حضرت عیسیٰؑ کی پیشگوئیوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ کون کون سی اور کیسی پیشگوئیاں کی گئی ہیں کہ وہ پوری نہیں ہوئیں۔ پھر پرانے عہد نامے سے بھی کئی ایک پیشگوئیوں کو لکھا ہے کہ یہ بھی پوری نہیں ہوئیں بلکہ ان میں بہت سی تاریخی غلطیاں بھی ہیں۔

اس کے بعد مصنف نے اپنی کچھ سرگزشت بھی لکھی ہے جس سے وہ اپنے دلائل کو مزید تقویت دینے کی کوشش کرتا ہے۔ اس نے خود مصر جاکر تاریخی باتوں کا جائزہ لیا ہے جس سے اس کے بقول پیشگوئیوں میں کچھ بھی اس کے مطابق نہیں ملا جو پرانے عہد نامے میں درج ہیں۔

جواب: اس باب میں مصنف نے جو بات پیش کی ہے اس میں کسی حد تک اہل اسلام بھی متفق ہیں۔ مگر مصنف نے جس بات کو نظر انداز کیا ہے اس سے خود ہی مصنف کے تعصبانہ رویہ کی جھلک واضح ہے۔ وہ اس لیے کہ مصنف نے بائبل کا مطالعہ تو کیا مگر اسلام کا حوالہ دے کر اسلامی پیشگوئیوں میں سے کسی کا بھی ذکر نہیں کیا اور یہ بھی خیال نہیں کیا کہ اسلام کا بھی یہی دعویٰ ہے کہ بائبل الہامی کتاب کی شکل میں اب موجود نہیں ہے بلکہ نئے عہد نامہ کی کتابوں کو تو حواریوں کے بھی بہت بعد آنے والے لوگوں نے لکھا ہے۔ اور جو چیز انسانی ہاتھ سے لکھی جائے اس کو کیسے خدا کا کلام کہہ کر پیشگوئیوں کے پورا نہ ہونے کے لحاظ سے دیکھا جاسکتا ہے۔

اس کے علاوہ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ مصنف نے پیشگوئیوں کے ظہور کو بالکل ظاہری لفظوں کے مطابق لیا ہے جبکہ پیشگوئی میں ظاہری رنگ نہیں پایا جاتا یہ بھی ایک وجہ ہے کہ مصنف نے اس بات کا اظہار کیا ہے کہ کوئی پیشگوئی بھی پوری نہیں ہوئی۔

پھر یہ بات کہ کیا اسلام نے جو پیشگوئیاں پیش کی ہیں وہ بھی پوری ہوئی ہیں یا نہیں کیا ان کے پورے ہو جانے سے مصنف کے اشکالات دور ہو سکتے ہیں اور اگر دور ہو سکتے ہیں تو بلا تعصب مصنف کو اسلامی پیشگوئیوں سے بھی گزرنا چاہیئے تھا۔

قرآن چونکہ خدا کا کلام ہے اس لئے ایک بھی ایسی پیشگوئی موجود نہیں جو پوری نہیں ہوئی ہو یا آگے پوری نہ ہونی

ہو۔اور کسی پیشگوئی یا بات میں سائنسی اعتبار سے کوئی نقص ثابت ہو اور نہ ہی کوئی ایسی پیش گوئی ہے جس کا علم پہلے سے ہی لوگوں کو تھا۔

مثلاً آنحضور ﷺ کے زمانہ میں ہی پوری ہونے والی ایک ایسی پیشگوئی جس سے کوئی تاریخ دان انکار نہیں کر سکتا وہ اہل روم سے متعلقہ پیش گوئی ہے:

الٓمّٓ ۚ﴿۲﴾ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ﴿۳﴾ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ﴿۴﴾ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۬ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ۭ وَيَوْمَىِٕذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ۔(الروم: 2تا 5)

ترجمہ: میں اللہ سب سے زیادہ جاننے والا ہوں۔ اہل روم مغلوب کئے گئے۔ قریب کی زمین میں اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد پھر ضرور غالب آ جائیں گے۔ تین سے نو سال کے عرصہ تک حکم اللہ ہی کا (چلتا) ہے پہلے بھی اور بعد میں بھی اور اس دن مومن (بھی اپنی فتوحات سے) بہت خوش ہوں گے۔

یہاں ممکن نہیں کہ تاریخ کا مطالعہ کرنے سے اس پیشگوئی کے پورا ہونے کے ثبوت واضح طور پر نہ ملیں کہ ایک علیم و خبیر ہستی نے یہ بات قبل از وقت بتائی جو پوری ہوئی اور جس میں کسی انسان کا کوئی شبہ اس پر اثر انداز نہیں ہو سکا۔

قرآن مجید اس طرح کی بے شمار پیشگوئیوں سے بھرا پڑا ہے جس میں سے بہت سی آنحضور ﷺ کے دور میں ہی پوری ہو گئیں اور بہت سی اس کے بعد پوری ہوئیں اور کئی ایسی پیشگوئیاں ہیں جو آج کے زمانہ میں پوری ہو رہی ہیں۔ جیسے ایک چھوٹی سی آیت ہے کہ

وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۔(التکویر:5)

اور جب دس ماہ کی گابھن اُونٹنیاں بغیر کسی نگرانی کے چھوڑ دی جائیں گی۔

اب یہ پیشگوئی ایک ایسے زمانہ میں کی گئی اور ایسے ملک میں کی گئی جہاں اونٹنیوں کے بغیر سفر کا تصور بھی محال تھا۔ وہاں بتایا گیا کہ ایک وقت ایسا آئے گا جب ایسی سواریاں ایجاد ہو جائیں گی کہ بہترین اونٹنیاں بھی بے کار چھوڑ دی جائیں گی۔ اب دیکھیں کہ یہ پیشگوئی آج کس شان سے پوری ہو رہی ہے۔

جہاں تک باقی مذاہب کا تعلق ہے تو اس کے لئے تو خدا نے واضح فرما دیا ہے کہ اب دین اسلام ہی اللہ کے نزدیک دین ہے کیونکہ باقی سب، انسانوں کے ہاتھ سے خراب ہو گئے ہیں مگر اسلام کا قرآن جو خدا کا کلام ہے وہ کبھی بھی خراب نہیں ہو سکتا ہے۔

بابِ ہفتم: DO OUR VALUES COME FROM GOD

اس باب میں مصنف نے اخلاقیات کو اپنا مضمون بنایا ہے اور اس بات پر سوالات اٹھائے ہیں کہ کیا واقعی میں اخلاقیات خدا ہی طرف سے آئی ہیں؟ کیا خدا کی طرف سے اخلاقیات سکھایا جانا خدا کی ہستی پر کوئی ثبوت ہو سکتا ہے؟

مذہب کا یہ برملا دعویٰ ہے کہ اخلاقیات خدا ہی کی طرف سے دی گئی ہیں اور اگر خدا نہ ہوتا تو انسان میں اخلاق کیسے آتے۔ اسی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے سٹنگر نے مختلف طرح سے اسے بیان کیا ہے۔

پہلے جو چیز مصنف نے بتائی ہے وہ یہ ہے کہ سائنس کیوں اس بارے میں ہمیں تعلیم نہیں دے سکتی یہ صرف مذہب کی لائن نہیں بلکہ سائنسی طور پر مشاہدے سے بھی ہم اس بات کی تہہ تک پہنچ سکتے ہیں کہ خدا کی طرف سے اخلاقیات سے متعلق تعلیمات نہیں آئیں بلکہ ارتقاء کے عمل سے گزرتے ہوئے خود بخود اخلاقیات انسانوں اور جانوروں میں آتی چلی گئیں۔

پھر مصنف نے اس بات پر دلائل دیئے ہیں کہ آخر وہ کون سی بنیادی اخلاقیات ہیں جن کا تصور ایسے انسانوں میں بھی موجود ہے جو کسی خدا کے وجود پر یقین نہیں رکھتے مصنف نے اس کی کئی مثالیں دی ہیں جیسے چوری یا کسی کو نقصان پہنچانا ہے مصنف کے مطابق اگرچہ کوئی بھی نہ دیکھے تب بھی عقلمند انسان یہ کام نہیں کرتے اور نہ ہی اس کا دل ایسا کرنے کو چاہتا ہے۔

اس میں آگے چل کے مصنف نے بائبل کی دی گئی تعلیمات درج کی ہیں اسی طرح قرآن کریم پر بھی اعتراض کیا ہے کہ وہی خدا جو اپنی کتاب میں کہتا ہے کہ کسی کی جان لینا تمام انسانوں کی جان لینے کے برابر ہے وہ خود ہی اپنی انہی کتابوں میں کئی جگہ خون کرنے کا ذکر کرتا ہے۔ اس مضمون کی کئی مثالیں مع حوالہ جات مصنف نے پیش کی ہیں۔

سب سے زیادہ مثالیں مصنف نے بائبل کے اندر سے دی ہیں کہ کیسے کسی وقت کسی عادت کو نیکی قرار دیا جاتا ہے اور کسی جگہ اسی عادت کو گناہ کہہ دیا جاتا ہے نیز جانوروں کی مثالیں بھی دی ہیں کہ جانوروں کو تو کوئی براہ راست تعلیم نہیں دی گئی، ان کی طرف کوئی نبی بھی نہیں آیا پھر بھی ہم ان میں اخلاق دیکھتے ہیں یہ باتیں بتاتی ہیں کہ خدا ہے ہی نہیں بلکہ خدا کی جگہ وہ جینیاتی نظام کار فرما ہے جس نے ایسی اخلاقیات کو جو سب کے زندہ رہنے کے لیے ضروری تھیں، آہستہ آہستہ اپنے ماحول سے اخذ اور پھر اپنے اندر جذب کیا۔

اس باب کے آخر پر مصنف نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر خدا کی طرف سے اخلاقیات آئے ہوتے تو پھر لازمی طور پر خدا کے ماننے والوں اور خدا کے نہ ماننے والوں کے اخلاق میں واضح فرق ہوتا اور ان کے اخلاق بلند ہوتے مگر ایسا نہیں ہے!

بلکہ جو خدا کے انکاری ہیں اور خدا کے ماننے والوں میں اخلاق کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں۔ سو یہ بات واضح ہے کہ خدا کا کوئی وجود نہیں۔

جواب: مصنف نے بڑے اہم مضمون کو اٹھایا ہے اور خدا کے وجود کی ایک بڑی دلیل جو مذہبی حلقوں کی طرف سے پیش کی جاتی ہے اس کا جائزہ لیا ہے۔ مگر مذہب سے لاعلمی کے باعث اور اس گہرے فلسفہ سے لاعلمی کے باعث جو مذہب انسانیت کی بھلائی کے لئے پیش کرتا ہے، مصنف اخلاقیات کے مضمون کو سمجھ نہیں سکا۔ سب سے پہلے تو یہ بات طے کرنی ہوگی کہ ہم اخلاق یا نیکی کہتے کسے ہیں؟ اہل مذہب کا یہ دعویٰ ہے کہ خدا نے اچھا اور برا راستہ انسان کو دیا ہے اور ساتھ ہی بتایا ہے کہ یہ یہ اچھے کام ہیں یہ کرو اور یہ یہ برے کام ہیں انہیں نہ کرو۔ اب جو اچھے کام کرتا ہے اور برائی سے رکتا ہے وہ مذہب کی نظر میں اچھا ہے۔ دہریہ کہتے ہیں کہ خدا کو بتانے کی کیا ضرورت ہے کہ کیا برا ہے اور کیا اچھا ہے یہ سب تو ہمیں پہلے سے پتا ہے پھر خدا یا مذہب کو بتانے کی کیا ضرورت ہے؟

اس حوالہ سے پہلی بات جو مصنف نے کی ہے اس پر ذرا سا غور کرنے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ نیکی کی کوئی بھی تفسیر اگر ہم اپنی عقل یا سائنس سے کریں گے تو اس سے دنیا میں کیسا فساد پیدا ہو جائے گا۔ مثلاً

اگر ہم نیکی کی یہ تشریح کریں کہ نیکی وہ ہے جو ہر انسان کی سمجھ اسے بتائے اور بدی وہ ہے جو ہر انسان کی نفسیات میں اس کے لئے نفرت اور کراہت رکھ دی گئی ہے تو اس تشریح سے دنیا میں کیسا فساد ہوگا۔ کئی لوگ جو قتل، ریپ اور چوری جیسے جرائم میں مبتلا ہوتے ہیں یا شراب نوشی، جوا یا دیگر نشے کرتے ہیں ان کے انٹرویوز اور ان کے psyclogical Sessions اس بات کے گواہ ہیں کہ وہ ان چیزوں کو برا نہیں سمجھتے بلکہ ان کے مطابق یہ سب جرائم ان کا حق ہیں۔ اسی نفسیات اور سمجھ کے فساد کو دور کرنے کے لئے Correctional Psycology کی فیلڈ میں روزانہ نئی تحقیقات ہو رہی ہیں اور دنیا کو سمجھ آ رہی ہے کہ نیکی اور بدی کی یہ تشریح ہرگز درست نہیں ہے۔

اب اگر ہم اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے نیکی کی یہ تشریح کر لیں کہ جسے زیادہ لوگ اچھا سمجھ لیں وہ نیکی ہے اور جس کو کم لوگ اچھا سمجھیں وہ نیکی نہیں۔ اسی طرح بدی کا سلسلہ بھی ہے۔ ایسی صورتحال میں پھر Holocaust اور Inquisition اور اسی طرح دیگر ایسے واقعات جہاں اکثریت نے اقلیت پر ظلم کیا اور انہیں بھیانک طریقہ سے تباہ و برباد کیا، تو پھر ہمیں ان سب اعمال کو بھی نیکی سے تعبیر کرنا پڑے گا۔

پھر ہم اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے نیکی اور بدی کی تیسری تشریح لیتے ہیں جہاں ذہین ترین لوگ جس چیز کو

اچھا سمجھیں وہ نیکی ہے اور جس چیز کو برا سمجھیں وہ بدی ہے۔ اس تشریح کو ماننے پر ہمیں ہیروشیما اور ناگاساکی کے قاتلوں کی نیکی کے گن گانے پڑیں گے۔ اسی طرح وہ ذہین قومیں جنہوں نے افریقہ سے غلام لالا کر ویرانوں کو آباد کیا اور سائنسی تحقیقات کے نام پر ان غلاموں پر گھناؤنے تجربات کئے اور Crania Americana جیسی کتابیں تحقیق کے نام پر لکھیں جس میں ثابت کیا گیا کہ یہ غلام اور ریڈ انڈینز دراصل انسانوں کی وہ نسل ہی نہیں جو یورپین اقوام ہیں اور اس لئے ان کا قتل اور ان کو غلام بنانا جائز ہے۔ تو پھر ان سب لوگوں کو نیکی اور اچھائی کے اعلیٰ معیار پر ماننا پڑے گا۔

یہ سب مثالیں جو اوپر دی گئی ہیں کوئی فرضی مثالیں نہیں بلکہ ہر ذی شعور ان کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔ پس خدا تعالیٰ کے سکھانے کے علاوہ اور کوئی طریقہ ہی نہیں جس سے ہم نیکی اور تقویٰ اور اخلاق کے پیمانے متعین کر سکیں۔

اب رہا یہ سوال کہ آخر پھر اخلاق ہیں کیا؟ اور کیونکر ہم اندرونی اخلاق کو بہتر کر سکتے ہیں اور کیوں بعض ظاہری اعمال کو جو بظاہر روح سے کوئی تعلق نہیں رکھتے اور صرف جسمانی حرکات ہی ہیں انہیں اسلام نیکی کے نام سے موسوم کر دیتا ہے۔ اس کا جواب حضرت مسیح موعودؑ نے مذہب اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں اپنی لازوال تصنیف اسلامی اصول کی فلاسفی میں شافی و کافی دیا ہے چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں:

"طبعی تقاضے افراط کے وقت بہت خطرناک ہو جاتے ہیں اور بسا اوقات اخلاق اور روحانیت کا ستیاناس کر دیتے ہیں اسلئے خدا تعالیٰ کی پاک کتاب میں ان کو نفس اَمّارہ کی حالتوں سے موسوم کیا گیا۔ اگر یہ سوال ہو کہ انسان کی طبعی حالتوں پر قرآن شریف کا کیا اثر ہے اور وہ ان کی نسبت کیا ہدایت دیتا ہے اور عملی طور پر کس حد تک ان کو رکھنا چاہتا ہے تو واضح ہو کہ قرآن شریف کے رو سے انسان کی طبعی حالتوں کو اسکی اخلاقی اور روحانی حالتوں سے نہایت ہی شدید تعلقات واقع ہیں۔ یہاں تک کہ انسان کے کھانے پینے کے طریقے بھی انسان کی اخلاقی اور روحانی حالتوں پر اثر کرتے ہیں۔ اور اگر ان طبعی حالتوں سے شریعت کی ہدایت کے موافق کام لیا جائے تو جیسا کہ نمک کی کان میں پڑ کر ہر ایک چیز نمک ہی ہو جاتی ہے۔ ایسا ہی یہ تمام حالتیں اخلاقی ہی ہو جاتی ہیں اور روحانیت پر نہایت گہرا اثر کرتی ہیں۔

اسی واسطے قرآن شریف نے تمام عبادات اور اندرونی پاکیزگی کے اغراض اور خشوع اور خضوع کے مقاصد میں جسمانی طہارتوں اور جسمانی آداب اور جسمانی تعدیل کو بہت ملحوظ رکھا ہے۔ اور غور کرنے کے وقت یہی فلاسفی نہایت صحیح معلوم ہوتی ہے کہ جسمانی اوضاع کا روح پر بہت قوی اثر ہے جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے طبعی افعال گو بظاہر جسمانی ہیں مگر ہماری روحانی حالتوں پر ضرور انکا اثر ہے مثلاً جب ہماری آنکھیں رونا شروع کریں اور گو تکلّف سے ہی روویں مگر فی الفور

ان آنسوؤں کا ایک شعلہ اٹھ کر دل پر جا پڑتا ہے۔ تب دل بھی آنکھوں کی پیروی کر کے غمگین ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی جب ہم تکلّف سے ہنسنا شروع کریں تو دل میں بھی ایک انبساط پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ جسمانی سجدہ بھی روح میں خشوع اور عاجزی کی حالت پیدا کرتا ہے۔ اس کے مقابل پر ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ جب ہم گردن کو اونچی کھینچ کر اور چھاتی کو ابھار کر چلیں تو یہ وضع رفتار ہم میں ایک قسم کا تکبرّ اور خود بینی پیدا کرتی ہے۔ تو ان نمونوں سے پورے انکشاف کے ساتھ کھل جاتا ہے کہ بے شک جسمانی اوضاع کا روحانی حالتوں پر اثر ہے۔

ایسا ہی تجربہ ہم پر ظاہر کرتا ہے کہ طرح طرح کی غذاؤں کا بھی دماغی اور دلی قوتوں پر ضرور اثر ہے۔ مثلاً ذرا غور سے دیکھنا چاہئے کہ جو لوگ کبھی گوشت نہیں کھاتے رفتہ رفتہ ان کی شجاعت کی قوت کم ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ نہایت دل کے کمزور ہو جاتے ہیں اور ایک خداداد اور قابل تعریف قوت کو کھو بیٹھتے ہیں۔ اس کی شہادت خدا کے قانون قدرت سے اس طرح پر بھی ملتی ہے کہ چارپایوں میں سے جس قدر گھاس خور جانور ہیں کوئی بھی ان میں سے وہ شجاعت نہیں رکھتا جو ایک گوشت خور جانور رکھتا ہے۔ پرندوں میں بھی یہی بات مشاہدہ ہوتی ہے۔ پس اس میں کیا شک ہے کہ اخلاق پر غذاؤں کا اثر ہے۔ ہاں جو لوگ دن رات گوشت خوری پر زور دیتے ہیں اور نباتی غذاؤں سے بہت ہی کم حصہ رکھتے ہیں وہ بھی حلم اور انکسار کے خلق میں کم ہو جاتے ہیں اور میانہ روش کو اختیار کرنے والے دونوں خلق کے وارث ہوتے ہیں۔ اسی حکمت کے لحاظ سے خدائے تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے: كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا۔ (الاعراف: 32) یعنی گوشت بھی کھاؤ اور دوسری چیزیں بھی کھاؤ مگر کسی چیز کی حد سے زیادہ کثرت نہ کرو تا اس کا اخلاقی حالت پر بد اثر نہ پڑے اور تا یہ کثرت مضر صحت بھی نہ ہو۔" ("اسلامی اصول کی فلاسفی" روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 319، 320)

دوسری بات یہ کہ ایک وقت میں ایک فعل مثلاً قتل کی مذمت کی جاتی ہے اور دوسری جگہ پر کسی کو بطور سزا قتل کرنے کا بھی حکم دیا گیا ہے۔ اس کا جواب یہی ہے کہ بلاوجہ کسی کو بھی قتل کرنا انسان کے لئے بلکہ پوری انسانیت کے لیے خطرہ ہے۔ اس لیے چھوٹی سی بات پر کسی کی جان لینا یہ بات ٹھیک نہیں بلکہ کوئی ایک گال پر تھپڑ مارے تو دوسرا بھی آگے کر دو یہ تعلیم بھی اسی خدا کی ہے وہ اس لیے کہ یہودی اس قدر پچھلی تعلیم میں غلو کر گئے کہ یہ خلق نرمی کا بتانا پڑا اور ظاہر ہے یہ تعلیم بھی کسی خاص ماحول کے لیے ہی کارگر تھی کیونکہ بہر حال انسانی کانشس اسے تسلیم نہیں کرتا اس لیے پھر دین اسلام آیا جب انسانی قوی ایسی تعلیم کو برداشت کرنے قابل ہو گئے جو فطرت کے عین مطابق ہو تب خدا نے یہ تعلیم دی کہ برائی کا بدلہ اتنی ہی برائی ہے مگر اگر تم سمجھتے ہو کہ یہاں معاف کرنے سے معاملہ درست ہو سکتا ہے تو تم معاف کر دو۔ حضرت مسیح

موعود علیہ السلام نے اس مضمون کو کہ موقع اور محل پر اگر ایک کام کو نہ کیا جائے تو وہ صرف ایک طبعی حالت ہوتی ہے اور بسا اوقات ظلم بھی بن جاتا ہے بہت تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب اسلامی اصول کی فلاسفی میں بیان فرمایا ہے۔ آپؑ نے بہت سارے اخلاق کو لے کر ان میں سے ہر ایک کی تفصیل بیان کی ہے۔ یہاں صرف ایک چھوٹا سا اقتباس اس مضمون میں سے درج ہے کہ:

”منجملہ انسان کی طبعی حالتوں کے وہ حالت ہے جو شجاعت سے مشابہ ہوتی ہے۔ جیسا کہ شیر خوار بچہ بھی اسی قوت کی وجہ سے کبھی آگ میں ہاتھ ڈالنے لگتا ہے۔ کیونکہ انسان کا بچہ بباعث فطرتی جوہر غلبہ انسانیت کے ڈرانے والے نمونوں سے پہلے کسی چیز سے بھی نہیں ڈرتا۔ اس حالت میں انسان نہایت بے باکی سے شیروں اور دوسرے جنگلی درندوں کا بھی مقابلہ کرتا ہے اور تن تنہا مقابلہ کے لئے کئی آدمیوں سے لڑنے کے لئے نکلتا ہے۔ اور لوگ جانتے ہیں کہ بڑا بہادر ہے لیکن یہ صرف ایک طبعی حالت ہے کہ جس طرح اور درندوں میں پیدا ہوتی ہے بلکہ کتوں میں بھی پائی جاتی ہے ایسا ہی انسانوں میں پائی جاتی ہے اور حقیقی شجاعت جو محل اور موقع کے ساتھ خاص ہے اور جو اخلاق فاضلہ میں سے ایک خُلق ہے وہ ان محل اور موقع کے امور کا نام ہے جن کا ذکر خدا تعالیٰ کے پاک کلام میں اس طرح پر آیا ہے:

وَ الصّٰبِرِیۡنَ فِی الۡبَاۡسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِیۡنَ الۡبَاۡسِ۔(البقرہ: 178) وَ الَّذِیۡنَ صَبَرُوا ابۡتِغَآءَ وَجۡہِ رَبِّہِمۡ ۔(الرعد:23) اَلَّذِیۡنَ قَالَ لَہُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدۡ جَمَعُوۡا لَکُمۡ فَاخۡشَوۡہُمۡ فَزَادَہُمۡ اِیۡمَانًا ٭ۖ وَّ قَالُوۡا حَسۡبُنَا اللّٰہُ وَ نِعۡمَ الۡوَکِیۡلُ ۔(آل عمران: 174) وَ لَا تَکُوۡنُوۡا کَالَّذِیۡنَ خَرَجُوۡا مِنۡ دِیَارِہِمۡ بَطَرًا وَّ رِئَآءَ النَّاسِ ۔(الانفال: 48)

یعنی بہادر وہ ہیں کہ جب لڑائی کا موقعہ آپڑے یا ان پر کوئی مصیبت آپڑے تو بھاگتے نہیں۔ ان کا صبر لڑائی اور سختیوں کے وقت میں خدا کی رضامندی کے لئے ہوتا ہے اور اس کے چہرہ کے طالب ہوتے ہیں نہ کہ بہادری دکھلانے کے۔ ان کو ڈرایا جاتا ہے کہ لوگ تمہیں سزا دینے کے لئے اتفاق کر گئے ہیں۔ سو تم لوگوں سے ڈرو۔ پس ڈرانے سے اور بھی ان کا ایمان بڑھتا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ خدا ہمیں کافی ہے یعنی ان کی شجاعت کتوں اور درندوں کی طرح نہیں ہوتی جو صرف طبعی جوش پر مبنی ہو جس کا ایک ہی پہلو پر میل ہو بلکہ ان کی شجاعت دو پہلو رکھتی ہے کبھی تو وہ اپنی ذاتی شجاعت سے اپنے نفس کے جذبات کا مقابلہ کرتے ہیں اور اس پر غالب آتے ہیں اور کبھی جب دیکھتے ہیں کہ دشمن کا مقابلہ قرین مصلحت ہے تو نہ صرف جوش نفس سے بلکہ سچائی کی مدد کے لئے دشمن کا مقابلہ کرتے ہیں مگر نہ اپنے نفس کا بھروسہ کر کے بلکہ خدا پر بھروسہ کر کے بہادری دکھاتے ہیں اور ان کی شجاعت میں ریاء کاری اور خود بینی نہیں ہوتی اور نہ نفس کی پیروی بلکہ ہر ایک پہلو سے

خدا کی رضا مقدم ہوتی ہے۔ ان آیات میں یہ سمجھایا گیا ہے کہ حقیقی شجاعت کی جڑھ صبر اور ثابت قدمی ہے اور ہر ایک جذبہ نفسانی یا بلا جو دشمنوں کی طرح حملہ کرے اس کے مقابلہ پر ثابت قدم رہنا اور بزدل ہو کر بھاگ نہ جانا یہی شجاعت ہے۔ سو انسان اور درندہ کی شجاعت میں بڑا فرق ہے۔ درندہ ایک ہی پہلو پر جوش اور غضب سے کام لیتا ہے اور انسان جو حقیقی شجاعت رکھتا ہے وہ مقابلہ اور ترک مقابلہ میں جو کچھ قرین مصلحت ہو وہ اختیار کر لیتا ہے۔"

("اسلامی اصول کی فلاسفی" روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 358 تا 360)

یہ ہے وہ اخلاقیات کی کیفیت جو مذہب کے مد نظر ہے اور رہا یہ سوال کہ اگر یہ اخلاق خدا کی طرف سے ہوتے تو دہریوں اور مومنوں کے اخلاق میں فرق ہوتا۔ خدا نے اسی اعتراض کا جواب دینے کے لئے ایک نہیں بلکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء بھجوائے جن کے اعلیٰ اخلاق کی گواہی انکے سچے پیروکاروں نے ان کی اتباع کر کے دی ہے اور اپنوں ہی نے نہیں بلکہ غیروں نے بھی اس کا اثر لیا۔ ان سب کا دعویٰ تھا کہ خدا نے ہی ان کو اخلاق سکھائے اور دعا ہی کے ذریعے انہیں وہ اعلیٰ اخلاق کے نمونے دکھانے کی توفیق ملی کہ وہ انسانیت کے لئے اخلاقیات کی ایک عملی مثال بن گئے تا کہ کوئی انسان یہ نہ سمجھ لے کہ مجھ سے یہ اخلاق اپنائے نہیں جا سکتے۔

باب ہشتم: THE ARGUMENT FROM EVIL

اس باب میں مصنف نے برائی کے وجود کو خدا کے نہ ہونے کی دلیل کے طور پر بیان کیا ہے اس میں سٹنگر کا کہنا ہے کہ:

اگر مان لیا جائے کہ خدا موجود ہے تو دنیا کی حالت دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ خدا کی تمام صفات بدی کے وجود کے ساتھ مطابقت رکھتی ہیں جبکہ ایسا ہونا ناممکن ہے اصولی طور پر خدا کی صفات بدی کے وجود سے مطابقت نہیں رکھنی چاہئیں۔ اس لئے خدا موجود نہیں ہے۔

اس حوالے سے مصنف نے آگے چل کر اس باب میں برائی کو خدا کے بارے میں یوں بیان کیا ہے کہ اگر خدا کی وہ تمام صفات جو مذہب بیان کرتا ہے کہ وہ طاقت ور ہے، رحمان ہے اور قادر مطلق ہے درست ہیں تو پھر خدا دنیا میں موجود برائی اور تکلیف کو ختم کیوں نہیں کر دیتا۔

اسی بات کو مزید بڑھاتے ہوئے مصنف لکھتا ہے کہ دنیا میں مختلف قسم کی امراض ہیں پھر چھوٹے بچوں کا فوت ہونا ہے اس کے علاوہ جگہ جگہ طوفان آنے سے لاکھوں لوگ مارے جاتے ہیں تو اگر خدا اتنا مہربان ہے تو یہ سب کچھ ختم کیوں نہیں کر سکتا۔ چونکہ اس نے ختم نہیں کیا اور نہ ہی وہ ختم کر سکتا ہے اس لئے خدا کا کوئی وجود نہیں ہے۔

پھر مصنف نے ایک سیمینار کا ذکر کیا ہے جس میں مصنف کے اس اعتراض کا ردّ کرنے کے لئے تیس جوابات دیئے گئے تھے۔ اس سیمینار میں بیان کردہ جوابات میں سے مصنف آٹھ کا یہاں ذکر کر کے ان کا رد کرتا ہے۔

نیز اس کے ساتھ وہ اس بات کو بھی بطور بحث لایا ہے کہ کیا کوئی ایسا خدا بھی ہے جو صرف برائی کا خدا ہے؟ مصنف کہتا ہے کہ اگر ایسا کوئی خدا ہے بھی تب بھی اسلام اور بائبل کا پیش کردہ خدا بہر حال اس سے بھی زیادہ طاقتور ہے لیکن پھر بھی ایسا کیوں ہے کہ اس صورتحال میں بھی برائی کا وجود قائم ہے۔

جواب: یہ بات درست ہے کہ ایک ایسی زندگی جو انعامات سے بھرپور ہو اور جہاں غم اور دکھ کا گزر نہ ہو اس کی خواہش انسان کی فطرت میں رکھی گئی ہے۔ یہی وہ زندگی ہے جس کا خواب سٹنگر جیسے لوگ جو خدا کی ہستی پر یقین نہیں رکھتے وہ بھی دیکھتے ہیں۔ ان کو بھی کسی ایسے خدا کی تلاش ہے جو ان کو ان کے خوابوں کی زندگی عطا کرے۔ لیکن اسلام کے نزدیک یہ خوبصورت زندگی اس دار فانی میں جہاں انسان چند سال کے لئے آتا ہے نہیں دی جاتی۔ بلکہ یہ عارضی اور محدود زندگی تو دراصل اس حسین اور خوبصورت خوابوں کی دنیا کو کمانے کا ایک ذریعہ ہوتی ہے۔ دہریہ جس حسین زندگی کی بات کر رہے ہیں وہ دراصل وہی دائمی زندگی ہے جو مذہب والوں کے نزدیک جنت کے نام سے موسوم ہے۔

چنانچہ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں اُس دنیا کا کچھ یوں نقشہ کھینچا ہے:

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۴۱﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۴۲﴾ فَوَاكِهُ ۚ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۴۳﴾ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۴۴﴾ عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۴۵﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ﴿۴۶﴾ بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿۴۷﴾ لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّ لَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ﴿۴۹﴾ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ۔ (الصافات: 41 تا 50)

ترجمہ: اللہ کے مخلص بندوں کا معاملہ الگ ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے معلوم رزق (مقدر) ہے۔ طرح طرح کے پھل اس حال میں کہ وہ بہت عزت دیئے جائیں گے۔ نعمتوں والے باغات میں۔ تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوئے ہوں گے۔ ان پر چشموں کے بہتے پانی سے بھرے کٹوروں کا دَور چلایا جائے گا۔ نہایت شفّاف، پینے والوں کے لئے سراسر لذت۔ ان (مشروبات) میں نہ کوئی نشہ ہو گا اور نہ وہ ان کے اثر سے عقل کھو بیٹھیں گے۔ اور ان کے پاس نظریں جھکائے رکھنے والیاں، فراخ چشم (دوشیزائیں) ہوں گی۔ (وہ دمک رہی ہوں گی) گویا وہ ڈھانک کر رکھے ہوئے انڈے ہیں۔

ایک اور جگہ کچھ یوں بیان فرمایا ہے:

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ فِيْهَاۤ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ

خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ؕ وَ لَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَ مَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَ سُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ۔(محمد: 16)

ترجمہ: اُس جنت کی مثال جس کا متقیوں کو وعدہ دیا جاتا ہے (یہ ہے کہ) اُس میں کبھی متعفن نہ ہونے والے پانی کی نہریں ہیں اور دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ متغیر نہیں ہوتا اور شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لئے سراسر لذت ہے اور نہریں ہیں ایسے شہد کی جو خالص ہے اور ان کے لئے اُس میں ہر قسم کے پھل ہوں گے اور ان کے رب کی طرف سے عظیم مغفرت بھی۔ کیا (ایسے لوگ) اُس جیسے ہو سکتے ہیں جو آگ میں لمبے عرصہ تک رہنے والا ہو اور کھولتا ہوا پانی انہیں پلایا جائے پس وہ ان کی انتڑیاں کاٹ کر رکھ دے۔

یہ وہ دوسری زندگی ہے جس میں نہ تو کوئی بیماری ہوگی نہ ہی کوئی طوفان ہوگا اور نہ ہی کوئی برائی ہوگی اور ہر وہ چیز جو دہریہ کو اس جگہ خدا کے وجود کو قائل کرنے کے لئے چاہئے وہ وہاں میسر ہوگی، اب مسئلہ یہاں آتا ہے کہ یہاں وہ کیوں نہیں سب کچھ مل سکتا۔ خدا تو قادر مطلق ہے پھر کیا روک ہے؟

اس بات کا جواب مذہب نے بالکل واضح انداز سے دیا ہے کہ اس زمین پر اس چھوٹی ترین زندگی کے ساتھ تمہارا امتحان لیا جارہا ہے اور امتحان کیسے ہوگا یہ بھی بتایا ہے کہ دو راستوں میں سے جو اچھے راستے پر چلے گا اس کو وہی سب کچھ ملے گا جو وہ یہاں حاصل کرنا چاہتا ہے۔ وہی سب کچھ جس کی خواہش اس کی فطرت میں رکھی گئی ہے۔

چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: وَ نَفْسٍ وَّ مَا سَوّٰىهَا ۪ۙ﴿۸﴾ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰىهَا ۪ۙ﴿۹﴾ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۪ۙ﴿۱۰﴾ وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۔(الشمس: 8تا11)

ترجمہ: اور انسانی نفس کو بھی اور اس کے بے عیب بنائے جانے کو بھی (شہادت کے طور پر پیش کرتا ہوں)۔ کہ اس (اللہ) نے نفس پر اس کی بدکاری (کی راہوں کو بھی) اور اس کے تقویٰ (کے راستوں) کو بھی اچھی طرح کھول دیا ہے۔ پس جس نے اس (نفس) کو پاک کیا وہ تو (سمجھو کہ) اپنے مقصود کو پاگیا۔ اور جس نے اسے (مٹی میں) گاڑ دیا (سمجھ لو کہ) وہ نامراد ہوگیا۔

رہا یہ سوال کہ اس دنیا میں امتحان کیوں ہے تو خدا تو مالک ہے وہ اگر اس زندگی کو پیدا کر سکتا ہے اور اپنی مرضی سے زندہ رہنے کے تمام سامان بھی مہیا کر سکتا ہے تو پھر اس زندگی کا مقصد اور اس کے قوانین بھی جیسے چاہے بنا سکتا ہے۔ کبھی کسی دہریہ نے سوال کیوں نہیں کیا کہ سانس لینے کے لئے مجھ پھیپھڑے کیوں دیئے؟ کیوں مجھے چلنے کے لئے پاؤں دیئے؟ ان کے بغیر بھی تو سب کچھ ہو سکتا تھا۔

ایک حکمت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس نے برائی اور اچھائی دونوں خود رکھیں تاکہ یہ نظام کہنہ چل سکے اور مختلف امراض اور آفات اسی لئے رکھیں تاکہ انسانیت اس کے ذریعہ سے ترقی کرے اور یہی ہوا ہے کہ ہر برائی نے اور تکلیف نے انسان کو مزید ترقی یافتہ انسان ہی بنایا ہے۔ covid.19 کی مثال ہی لے لیں جس کے بعد ہر شعبہ میں نئی دریافتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند سالوں میں ہی انسانیت نے اپنی بقا کے لئے نئی راہیں نکال لیں۔

باب نہم: POSSIBLE AND IMPOSSIBLE GODS

اس باب میں مصنف نے اوپر بیان کئے گئے ابواب کا خلاصہ تحریر کیا ہے جس میں انسان کی خدا کے ساتھ جو مذکورہ تاریخ ہے اس کا جائزہ لیا ہے اور بعد جائزہ کے ہر باب کے لحاظ سے نمبر وار اس بات کو بیان کیا ہے کہ کس کس طرح اگر کوئی خدا ہے تو ہماری معلومات ہمیں اس کے برعکس کیوں دکھاتی ہیں اور کیوں ثابت کرتی ہیں کہ کوئی خدا نہیں ہے۔ چاہے وہ معلومات ڈیزائن کے اعتبار سے ہو۔ چاہے معجزات کے عدم ثبوت کے اعتبار سے ہو۔ چاہے دنیا کو چلانے کے لئے قوانین کے اعتبار سے ہو۔ چاہے اس اعتبار سے ہو کہ خدا نے کوئی معجزہ سے دنیا نہیں بنائی۔ چاہے وہ وحی کے اعتبار سے ہو۔ چاہے وہ اخلاقیات کو بہتر بنانے کے حوالے سے ہو۔ اور چاہے وہ دنیا سے برائی اور تباہی ختم کرنے کے حوالے سے ہو۔ مصنف کے مطابق اسے اس کی معلومات اور مشاہدہ کی رو سے خدا کا مفروضہ ہر جگہ ناکام نظر آیا ہے۔

اس سے آگے مصنف نے دس ایسے دلائل بھی دیے ہیں جن سے اس نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اگر خدا ہوتا تو دنیا کا نقشہ کیسا ہونا چاہئے تھا۔ لیکن کیونکہ دنیا میں وہ سب کچھ نہیں ہوا جو اس کی نظر میں خدا کے وجود کا ثبوت ہو سکتا تھا اس لئے اسے لگتا ہے کہ زمین میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کے پیچھے کسی خدا کا ہاتھ نہیں ہے۔

پھر سٹنگر نے یہ بات بھی لکھی ہے کہ اگر کوئی میرے دلائل کو سمجھ جاتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ میں تو ایسے خدا پر ایمان لاتا ہوں جس نے کائنات تو بنائی مگر اس کا اس دنیا کے معاملات، ہمارے اچھے بُرے اعمال وغیرہ سے کوئی لینا دینا نہیں ہے تو ایسے شخص سے میری کوئی لڑائی نہیں ہے میرا جو اختلاف ہے وہ مذاہب ابراہیم کے خدا سے ہے۔

اس باب کے آخر میں ایک مسئلہ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اگر خدا سب سے زیادہ پرفیکٹ اور پیار کرنے والا ہے تو اسے ہر جگہ اچھے لوگ پیدا کرنے چاہیے تھے۔ اور اگر خدا پیار کرنے والا ہے تو سب سے کیوں خود کلام نہیں کرتا بلکہ صرف چنیدہ لوگوں سے کیوں بات کرتا ہے۔ اس صورت میں تو خدا سب سے پیار کرنے والا نہ ہوا۔ اگر کوئی حقیقی خدا ہوتا جو سب سے کلام کرتا، انہیں بتاتا کہ میں ہوں تو کوئی بھی دہریہ نہ ہوتا۔

جواب: اس باب میں مصنف نے وہ سارے اعتراضات جو اسے خدا کو ماننے پر ہیں اور ان کی تفصیل وہ پہلے بیان کر چکا ہے انہی کو مختصر طور پر لکھ دیا ہے۔ جن کے نہایت اختصار کے ساتھ جوابات اوپر دیئے جا چکے ہیں۔

رہی یہ بات کہ کیونکہ دنیا میں دہریہ ہیں اس لئے خدا نہیں! دراصل یہ بات خدا کی ہستی کا ثبوت ہے کیونکہ اس نے قرآن کریم میں اسی بات کی طرف رہنمائی کی ہے کہ کہیں تم یہ نہ سوچنے لگ جاؤ کہ خدا کے پاس سب کو اچھا کرنے کی قوت نہیں ہے، چنانچہ فرماتا ہے:

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ۔(المائدہ: 49)

ترجمہ: ہر ایک کے لئے ہم نے ایک مسلک اور ایک مذہب بنایا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو ضرور تمہیں ایک ہی امت بنا دیتا لیکن وہ اس کے ذریعہ جو اس نے تمہیں دیا تمہیں آزمانا چاہتا ہے پس تم نیکیوں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جاؤ اللہ ہی کی طرف تم سب کا لوٹ کر جانا ہے پس وہ تمہیں ان باتوں کی حقیقت سے آگاہ کرے گا جن میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو خود ہی دو راستے دیے ہیں تاکہ اس کا امتحان لیا جائے اور یہی بات دنیا میں نظر آتی ہے۔ اہل مذہب کے لئے یہ بات خدا کی ہستی پر زندہ ثبوت ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے انسان کو کھانے اور پینے کے لئے مجبور کیا ہے کہ اگر وہ نہ کھائے یا پانی نہ پیئے تو وہ مر جائے گا۔ سونے کے لئے اسے مجبور کیا کہ اگر وہ نہ سوئے تو دماغی خلل میں مبتلا ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو خود پر ایمان لانا بھی انسان کے لئے ضروری قرار دے دیتا۔ لیکن جیسا کہ اس نے اپنی مقدس کتابوں اور قرآن شریف میں فرمایا ہے اس نے اس معاملہ میں انسان کو Choice دی تاکہ وہ جانچ لے کہ کون اچھے اعمال کرتا ہے اور کون برے۔

باب دہم: LIVING IN THE GODLESS UNIVERSE

اس کتاب کے آخری باب میں مصنف نے ایک ایسی دنیا کا تصور دیا ہے جس میں خدا کا وجود ہے ہی نہیں، اس سلسلے میں مصنف سب سے پہلے مذہب کی افادیت کو لایا ہے کہ مذہب سے کیا کوئی فائدہ بھی ہوا ہے؟ یا ہوتا ہے؟

اس تناظر میں مصنف نے ابراہیمی مذاہب کے ماننے والوں کے بارے میں بتایا ہے کہ ان کے سیاسی اور مذہبی لیڈروں نے مذہب کو صرف ہتھیار بنایا ہے۔ اور ہمیشہ اپنے انتخابات کے وقت اس کا استعمال کیا جاتا رہا ہے۔

مذہب کے پیروکاروں نے ہمیشہ جنگوں اور خونریزیوں کے شروع کروانے میں بھی کردار ادا کیا ہے جس کی کچھ مثالیں بھی مصنف نے دی ہیں۔ اسی کے ساتھ یہ بھی بیان کیا ہے کہ مذہب کا سوسائٹی پر کیسا منفی اثر رہا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ

بھی ذکر کیا ہے مذہب اور اخلاقیات اکھٹے ہی ارتقاء کی منازل طے کرتے آئے ہیں۔

نیز یہ بھی بیان ہے کہ دنیا میں امن قائم کرنے کے لحاظ سے مذہب کے ماننے والوں سے زیادہ فائدہ مند دہریہ لوگ رہے ہیں اس جگہ پر اس نے نائن الیون کا بھی ذکر کیا ہے۔اور آخر پہ مصنف نے بدھ مذہب کے نروان کا ذکر کیا ہے کہ اگر مذہب میں سے کچھ بہتر ہے تو وہ بدھ مت کی امن پسندی اور نروان حاصل کرنے کے لئے دنیا سے دور چلے جانا ہے مگر مصنف کہتا ہے کہ میں ایسی مشکلات میں پڑے بغیر ہی کچھ سال زندگی کے اور گزارنا چاہوں گا۔

جواب: اس باب میں جو سوالات مصنف نے اٹھائے ہیں ان کا کافی اور شافی جواب تو اوپر آچکا ہے مگر یہاں اختصار کے ساتھ عرض ہے کہ مذہب کی طرف منسوب ایسے واقعات جن سے کسی دہشت گردی کی بو آتی ہے وہ اگرچہ ان جنگوں اور فسادوں سے کم نقصان دہ ثابت ہوئے جو مذہب کو نہ ماننے والوں نے دنیا میں کئے ہیں، جیسے جنگ عظیم اول اور دوم، یا ہیروشیما اور ناگاساکی میں کی جانے والی درندگی، یا افریقہ میں ہونے والے مظالم، یا ویتنام میں ڈھایا جانے والا ظلم و ستم یا ہولوکاسٹ کے بھیانک مناظر، البتہ مذہب کے نام پر ہونے والے یہ مظالم کسی بھی مذہب کی حقیقی رو سے جائز نہیں ٹھہرتے۔ مذاہب کی کتب خصوصاً قرآن کریم جو اب حقیقی اور آخری کتاب ہے اور جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ وہ اس بات کا دعویدار ہے کہ اب خدا کے نزدیک یہی ایک مذہب ہے، بہت وضاحت کے ساتھ ایسے کسی بھی فعل کی مذمت کرتا ہے جہاں ظلم اور زیادتی ہو۔بلکہ قرآن مجید تو یہاں تک کہتا ہے کہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۡوَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۟ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡوَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔(المائدہ: 9)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر مضبوطی سے نگرانی کرتے ہوئے انصاف کی تائید میں گواہ بن جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو یہ تقویٰ کے سب سے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو۔ یقیناً اللہ اس سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے جو تم کرتے ہو۔

یعنی قرآن کے مطابق صرف یہ نہیں کہ کوئی قوم تمہارے مذہب کو قبول نہیں کر رہی، بلکہ اگر وہ تمہارے ساتھ دشمنی بھی کر رہے ہیں، تم سے لڑائی بھی کر رہے ہیں، تب بھی تم نے عدل اور انصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا اور ان کو انصاف دینا ہے۔ دہریہ اقوام کی طرح نہیں جہاں غزہ کے معصوم، بلکتے اور سسکتے بچوں کی موت پر اسرائیل کو مزید ہتھیاروں اور سٹیٹ پروٹوکول سے نوازا جارہا ہوتا ہے اور عالمی عدالت انصاف کے احکامات کی دھجیاں اڑائی جارہی ہوتی ہیں۔

پھر جنگ کے بارہ میں جو سب سے پہلا اور بنیادی حکم قرآن مجید کی الہامی ترتیب میں اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے اس

میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ارشاد فرماتا ہے:

وَ قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ۔(البقرہ: 191)

ترجمہ: اور اللہ کی راہ میں ان سے قتال کرو جو تم سے قتال کرتے ہیں اور زیادتی نہ کرو۔ یقیناً اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

یہ ہے اسلام میں جنگ کی پہلی شرط، لڑائی صرف ان سے ہے جو تم سے لڑیں۔ اس سے ایک ذرہ بھی آگے بڑھنا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔ یہ نہیں کہ ہنستے بستے ملک عراق پر ایک غلط الزام لگا کر اس کو تباہ و برباد کر دو اور لاکھوں لوگوں کی زندگیاں ختم کر کے یا جہنم بنا کر اپنی غلطی کا اعتراف کر لو کہ ہمیں غلط اطلاع ملی تھی کہ یہاں Weapons of Mass destruction موجود ہیں۔ جن سے بڑھ کر تباہی کے ہتھیار خود دہریہ اور دنیا پرست اقوام نے اپنے پاس رکھے ہوئے ہیں۔ قرآن مجید اس حوالہ سے تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْۤا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ۔(الحجرات: 7)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہارے پاس اگر کوئی بدکردار کوئی خبر لائے تو (اس کی) چھان بین کر لیا کرو، ایسا نہ ہو کہ تم جہالت سے کسی قوم کو نقصان پہنچا بیٹھو پھر تمہیں اپنے کئے پر پشیمان ہونا پڑے۔

پھر فرمایا: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَتَبَیَّنُوْا وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَیْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۫ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِیْرَةٌ ؕ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ فَتَبَیَّنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا۔(النساء: 95)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم اللہ کی راہ میں سفر کر رہے ہو تو اچھی طرح چھان بین کر لیا کرو اور جو تم پر سلام بھیجے اس سے یہ نہ کہا کرو کہ تُو مومن نہیں ہے۔ تم دنیاوی زندگی کے اموال چاہتے ہو تو اللہ کے پاس غنیمت کے کثیر سامان ہیں۔ اس سے پہلے تم اسی طرح ہوا کرتے تھے پھر اللہ نے تم پر فضل کیا۔ پس خوب چھان بین کر لیا کرو۔ یقیناً اللہ اس سے جو تم کرتے ہو بہت باخبر ہے۔

یعنی جو کوئی بھی سلامتی کا پیغام بھیجے اسے یہ کہنا کہ نہیں تم امن کے ساتھ رہنا نہیں چاہتے اس لئے ہم تم پر حملہ کریں گے اور تمہیں Syria کی طرح تباہ برباد کر دیں گے، یا غزہ کی طرح اجاڑ کر رکھ دیں گے۔ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔

پس یہ ہے وہ اسلام کی تعلیم جس پر آج کل کے دہریہ عالم ظلم و زیادتی کا اعتراض کرتے ہیں۔ اسی تعلیم پر جس میں

سے صرف تین آیات نمونہ کے طور پر یہاں لکھی گئی ہیں۔ دہریت کے یہ علم بردار انہی ممالک کے نمائندے ہیں جنہوں نے اپنے سیاسی مفادات کے لئے سلطنت عثمانیہ کو توڑنے کے لئے Sykes-Picot Agreement کیا اور پھر عالم اسلام میں ان تنظیموں کو پروان چڑھایا جو بعد میں دہشت کی علامت بنیں۔ اسی طرح سویت یونین کو توڑنے کے لئے، شام میں اور عراق میں اپنے دشمنوں کو قابو کرنے کے لئے اسلامی شدت پسند تنظیموں کی بنیادیں رکھیں اور ان کو پروان چڑھایا۔ ان الزامات کے شواہد خود ان کے اپنے علماء، لوگوں کے سامنے رکھ چکے ہیں۔ ہیلری کلنٹن کے انٹرویوز، کانگریس میں امریکی نمائندگان کی تقریریں، وکی لیکس اور کئی تحقیقی مضامین ان تمام چیزوں کے گواہ ہیں۔ بلکہ بسا اوقات تو جب یہ نئی تنظیمیں بن رہی تھیں تب ہی اخباروں اور رسالوں نے اس حوالہ سے ثبوتوں کے ساتھ مضامین شائع کر دیئے تھے۔ مثلاً رسالہ Executive Intelligence Review 8 May 1979 کی اشاعت میں صفحہ 14 سے جو مضمون Muslim Brotherhood کے نام سے شروع ہوتا ہے اس میں رسالہ کی سپیشل تفتیشی ٹیم نے ان بھیانک منصوبوں کی آؤٹ لائن دی ہے جس نے بعد میں پھر مسلمانوں کو مذہب کے نام پر نئے اندھیروں میں دھکیل دیا۔ اس مضمون میں اس امر کا بھی ذکر ہے کہ مذہب کے نام پر مسلمانوں کی آئندہ نسلوں کو بھی برین واش کیا جائے گا اور انہیں ایک نئی Dark Ages میں دھکیل دیا جائے گا۔

محاکمہ:

کتاب کو بنظر غور دیکھنے سے یہ احساس ہوتا ہے کہ مصنف نے اگرچہ مختلف موضوعات پر اپنے مشاہدے اور سائنسی تحقیقات کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن غالباً اپنے خیالات اور نظریات اور مذہب کے بارہ میں اپنی نفرت کی وجہ سے وہ ایک گہری تحقیق نہیں کر سکا جس کے نتیجہ میں ایک unbiased تحقیق دنیا کے سامنے آسکتی۔ اس تعصب اور نفرت کا اظہار مصنف نے کتاب کے شروع میں ہی کر دیا ہے جہاں اس نے بلا ثبوت اس بات پر زور دیا ہے کہ خدا کو ماننے والے سائنسدانوں کو اس بات کے پیسے دیئے جاتے ہیں کہ وہ خدا کی ہستی پر یقین کا اظہار کریں۔

سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک خاتون اسماء بنتِ یزید انصاریہ رضی اللہ عنہا تھیں، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، آپؐ صحابہؓ کے درمیان تشریف فرما تھے۔ اُنہوں نے مردوں کے نیکیوں میں سبقت لے جانے کے تناظر میں عرض کیا تو تمام بات سماعت فرمانے کے بعد حضور ﷺ نے اپنا رُخ اور چہرۂ مبارک صحابہؓ کی طرف پھیرا اور فرمایا کہ کیا تم نے دین کے معاملے میں اپنے مسئلے کو اِس عمدگی سے بیان کرنے میں اِس عورت سے بہتر کسی کی بات سنی ہے؟ آپؐ نے اُس کی اِس سوال پر بڑی تعریف کی۔ تو صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! ہمیں یہ ہرگز خیال نہ تھا کہ ایک عورت ایسی گہری سوچ رکھتی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اِس خاتون کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے کہ

اَے عورت! واپس جاؤ اور دوسری تمام عورتوں کو بتا دو، کسی عورت کے لیے اچھی بیوی بننا، بچوں کی تربیت کرنا، خاوند کی رضاجوئی اور اُس کے موافق چلنا، مردوں کی اُن تمام نیکیوں کے برابر ہے، جو وہ کرتے ہیں۔ وہ عورت واپس گئی اور وہ خوشی سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ کے الفاظ بلند کر رہی تھی۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ جو گھر میں رہنے والے ہو، وہ بھی یہ نہ سمجھو کہ ہم گھر میں رہنے کے بعد بند ہو گئی ہیں۔ ہاں! اگر مجبوری ہے، تمہیں گھر میں رہنا پڑتا ہے، تو تمہیں اتنا ہی ثواب مل رہا ہے جتنا مردوں کو جہاد کا یا دوسری لازمی عبادات کا۔ یہ وہ مقام ہے جو اسلام عورت کو دیتا ہے اور کسی قسم کی اِس میں پابندی نہیں ہے۔“

(جلسہ سالانہ برطانیہ 2025ء، مستورات سے خطاب۔ بشکریہ روزنامہ الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 26 جولائی 2025ء)

Monthly

MUWĀZNA-E-MADHĀHIB

ISSN: 20491131 Editor: Mahfooz ur Rehman

AUGUST 2025 | ZAHOOR 1404(HS)| SAFAR 1447(HQ)| VOL.14 NO.08

حضورِ انور نے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ارشادات کی روشنی میں آخری زمانے کی نشانیوں کا تذکرہ فرمایا۔ حضورؑ فرماتے ہیں پس ضرورتِ زمانہ بھی ہے، پیش گوئیاں بھی پوری ہو رہی ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی تائیدات بھی شامل ہیں۔

... فرمایا خدا تعالیٰ نے مجھے وہ نعمت بخشی ہے جو میری کوشش سے نہیں بلکہ شکمِ مادر میں ہی مجھے عطا کی گئی ہے۔ میری تائید میں اُس نے وہ نشان ظاہر فرمائے ہیں جن کی تعداد بے شمار ہے۔ بعض نشان اس قسم کے ہیں جن میں خدا تعالیٰ نے ہر ایک محل پر اپنے وعدے کے موافق مجھ کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھا اور بعض نشان اس قسم کے ہیں جن میں ہر محل پر اپنے وعدے کے موافق میری ضرورتیں اور حاجتیں اس نے پوری کیں اور بعض نشان اس قسم کے ہیں کہ اس نے بموجب اپنے وعدہ اِنِّی مُھِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ کہ میرے پر حملہ کرنے والوں کو ذلیل و رسوا کیا۔ بعض نشان اس قسم کے ہیں کہ مجھ پر مقدمہ دائر کرنے والوں پر اس نے اپنی پیش گوئیوں کے مطابق مجھ کو فتح دی... اور بعض نشان اس قسم کے ہیں کہ جن میں دوستوں کے حق میں میری دعائیں قبول ہوئیں اور بعض نشان اس قسم کے ہیں جن میں شریر دشمنوں پر میری بد دعا کا اثر ہوا، اور بعض نشان اس قسم کے ہیں کہ میری دعا سے بعض خطرناک بیماروں نے شفا پائی... اور بعض نشان اس قسم کے ہیں جو میری تصدیق کے لیے بعض بڑے بڑے ممتاز لوگوں کو جو مشاہیر فقراء میں سے تھے خوابیں آئیں۔

حضورِ انور نے فرمایا آج تک یہ تائیدات و نشانات نظر آ رہے ہیں۔ دنیا میں پھیلی ہوئی جماعت اور ہر ملک میں پیش گوئی کے مطابق آپ کی بیعت میں لوگوں کا آنا کیا یہ خدا تعالیٰ کی تائید کی نشانی نہیں ؟

کاش! کہ یہ لوگ عقل کریں۔ پس! یہ سب باتیں ان لوگوں کے سوچنے کے لیے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہے اگر آنکھوں پر پردے نہ پڑے ہوں اور انصاف کے تقاضوں سے پرکھنے کی کوشش کی جائے تو یہ ماننا پڑے گا کہ آپؑ ہی زمانے کی ضرورت کے مطابق، عین وقت پر مسیح و مہدی کے مقام پر فائز ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف سے آئے ہیں اور گذشتہ ایک سَو چھتیس سالہ جماعتِ احمدیہ کی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ یقیناً خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت آپؑ اور آپؑ کی جماعت کے ساتھ ہے۔

(جلسہ سالانہ برطانیہ 2025ء، اختتامی خطاب۔ بشکریہ روزنامہ الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 27 جولائی 2025ء)